TIGHT BINDING BOOK

UNIVERSAL
LIBRARY
OU_222547
UNIVERSAL
LIBRARY

اُردو مرکز لائبریری

اُردو ادب کی گراں مایہ جذباتی نظموں کا علمی انتخاب

# تصویرِ جذبات

## جلد اوّل

مرتبہ

مولینا تاجور نجیب آبادی پروفیسر ڈی ایس کالج ایڈیٹر اتحاد

بہ اعانت

حضرات اراکین اُردو مرکز لاہور

میسرز عطر چند کپور اینڈ سنز پبلشرز لاہور

# اُردو مرکز لاہور

ED. 1951

ملک کی واحد اکیڈمی (اُردو مرکز لاہور) انتخاب ہفت کشور پنجاب کے دار السلطنت لاہور میں ذیل کے اہم مقاصد کی تکمیل کے لئے ایک بڑے سرمایہ سے قائم کی گئی ہے۔

(۱) اُردو لٹریچر کے ذخیرۂ بیکراں میں سے اُس جاندار اور مفید حصے کو جو محفوظ رکھنے کے قابل ہے۔ حتی الامکان تاریخی ترتیب کے ساتھ مجلدات میں شائع کرنا۔

(۲) اُردو زبان کی مکمل انسائیکلوپیڈیا کی تالیف۔

(۳) ایک جامع اُردو لُغات کی ترتیب۔

(۴) اُردو مرکز کی مجلس ادبا (جو درحقیقت اردو زبان کے لئے ایک ادبی دار الافتا ہے) کے ذریعہ علمی ضروریات کے مناسب جدید الفاظ کی اختراع و متنازع فیہ امور کے متعلق ناطق فیصلہ کرنا۔

ایک باوقار علمی جماعت جسمیں ملک کے سر برآوردہ اہلِ قلم اور منتخب انشا پرداز شریک ہیں اُردو مرکز مذکورہ بالا اہم مقاصد میں سے پہلے مقصد کی تکمیل پر اپنی تمام تر توجہ مبذول کئے ہوئے ہے اسکی پہلی زرین کوشش تیس گرانقدر مجلدات کی صورت میں قدر شناس نگاہوں کے سامنے پیش کی جاتی ہے۔ آنریبل سر شیخ عبدالقادر بالقابہ۔ خان بہادر شیخ نور الٰہی آئی۔ ای۔ ایس۔ پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی دہلوی جیسے نقادانِ ادب کے مشوروں کے ماتحت یہ مجلدات جماعت اُردو مرکز نے ترتیب دئے ہیں۔ قدر شناس اہلِ نظر نے حوصلہ افزائی فرمائی۔ تو ہم کم و بیش ڈیڑھ سو مجلدات شائع کرکے اردو مصنفین کو بڑی بڑی لائبریریوں سے بے نیاز کر دینگے۔

تاجور نجیب آبادی۔ پروفیسر دیال سنگھ کالج۔ ایڈیٹر اتحاد و چیف ایڈیٹر اردو مرکز لاہور

کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس لاہور میں باہتمام بابو گوبند رام صاحب منیجر چھپا۔

Checked 1965

# اُردو مرکز

اُردو کی کم مائگی اور اُس کی بے بضاعتی کی داستان اگرچہ اب ایک افسانۂ کہن ہوگئی ہے تاہم بعض ارباب علم و فن کے حلقوں میں اس کا اعادہ اب بھی اُسی سنجیدگی و بلند آہنگی سے کیا جاتا ہے جس طرح اب سے پچیس تیس برس قبل کیا جاتا تھا۔ اسکی وجہ صرف یہی نہیں کہ ممالک غیر کے انشاء ادب کی تابانیوں نے اُن کی نگاہیں خیرہ کر دی ہیں اور اُن کے نزدیک اُردو ادب و شاعری عبارت ہے چند سطحی پُر مبالغہ و بے کیف مجموعۂ نظم و نثر سے بلکہ اس کے علاوہ وہ بداہتہً یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اردو ادب و شاعری کا سب سے بڑا علمبردار بھی جب اُردو لٹریچر کی حمایت میں زبان و قلم کو جنبش دیتا ہے تو اسکی نمونۂ نثر اور پست و پامال شعریت پر گرم تواجد نظر آتا ہے جسے مذاق عالیہ کی بارگاہ صرف بے توجہی و بے اعتنائی کا مستحق سمجھتی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اُردو نظم و نثر کے بیشتر نمونے ہندوستانیوں کے زمانۂ انحطاط و تنزل کی پیداوار اور ہماری پستی و نکبت کے پس ماندہ آثار و یادگار ہیں اور اس طرح اُردو ادبیات کا تمام صالح و غیر صالح سرمایہ باہم خلط ملط ہوکر رطب و یابس کا ایک انبار ضخیم بن گیا ہے۔ ان حالات میں ایک طرف تو وہ بلند علمی طبقہ

99482

اس سے بد دل ہو کر اسے قطعاً ناقابل توجہ سمجھنے لگا دوسری طرف ایک جماعت ایسی ہے جو اپنی ملکی زبان اور وطنی انشا و ادب سے والہانہ جوش میں اس کی انتہائی حمایت پر آمادہ ہے لیکن زندگی کے دیگر مشاغل اور اس کی شدید مصروفیتوں کے باعث اسے اتنی فرصت نہیں کہ اس تمام ذخیرۂ خس و خاشاک سے کار آمد و جاندار حصے کو الگ کر کے اردو ادب کی حقیقی قدر آشنا ہو سکے نتیجہ یہ ہے کہ آج موافق و مخالف دونوں اس کی قدر و قیمت کے اصلی اندازے سے محروم ہیں اس وقت حالت یہ ہے کہ اردو کو تہی مایہ اور بے بضاعت کہنا ایک طرح پرفیشن میں داخل ہو گیا ہے۔ حتیٰ کہ یونیورسٹیوں ٹیکسٹ بک کمیٹیوں اور کونسلوں وغیرہ میں بھی وقتاً فوقتاً اور موقع بے موقع اس کی تہی مائیگی اور بے بضاعتی کا غلغلہ بلند کیا جاتا ہے۔ مگر حقیقت آشنا اصحاب اس خیال سے کبھی متفق نہیں ہوتے۔ جن لوگوں نے اردو کی فہرستہائے کتب پر کبھی نظر ڈالی ہے اور لائبریریوں میں جا کر نادر الوجود قلمی و مطبوعہ نسخوں کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ اردو زبان ایک بحر بیکران ہے جس کا دامن نابدار موتیوں کا ایک سیر حاصل جلوہ زار ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اردو ادبیات کا دامن رطب و یابس کے بدنما داغوں سے کلیتہً پاک نہیں لیکن یہ عیب دنیا کی ان ترقی یافتہ زبانوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ جو فی زمانہ علمی زبانیں کہلاتی ہیں۔ اگر اردو میں پست و پامال لٹریچر کی اشاعت بڑی کثرت و سرعت سے ہو رہی ہے۔ تو انگریزی میں بھی چار آنے کے لکھنے والے مصنفین کی تعداد کسی طرح کم نہیں۔ ہمارا یہ مطلب نہیں کہ ان کی

تصانیف بلا استثنا بتذل اور سوقیانہ انداز کی ہوتی ہیں ہم صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جہاں انگریزی لٹریچر کی فضیلت کے ثبوت میں ملٹن ۔ شیکسپیئر ۔ شیلے ۔ ورڈسورتھ ۔ جانسن میکالے اور رائڈرہیگرڈ وغیرہ کے نام لئے جا سکتے ہیں ۔ وہاں اُردو ادبیات کی محفل بھی میر و غالب ۔ انیس اور دبیر ۔ حسن اور نسیم ۔ داغ اور حالی ۔ آزاد اور نذیر احمد ۔ سرشار اور شرر ۔ سر سید اور شبلی ۔ اکبر اور اقبال جیسی بلند پایہ شخصیتوں سے خالی نہیں +

اس میں شک نہیں کہ اُردو حکمران قوم کی زبان نہ ہونے کے باعث اس قدردانی سے محروم ہے جو ہندوستان کے بیس کروڑ باشندوں میں تبادلۂ خیالات کے آسان ترین وسیلہ کی حیثیت سے اُس کا جائز حق ہونا چاہئے مگر اُس کی بے بضاعتی کا رونا اس کی اور اُس کے اہل قلم کی ناقدری سے زیادہ ان مفروضہ اثرات پر مبنی ہے ۔ جو کسی چیز کی ناقدری اور کس مپرسی کے قدرتی عواقب سمجھے جاتے ہیں اور اس سے بھی زیادہ اس کا محرک یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر اُردو کو بے مایہ اور تہی دامن نہ کہا جائیگا ۔ تو کہنے والے کی ہمہ دانی ۔ وسعت مطالعہ بلکہ خوش مذاقی پر بھی حرف آئیگا ۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اُردو نے اس کس مپرسی کی حالت میں بھی جملہ مراحل ارتقا کو حیرت آفرین سرعت سے طے کیا ہے اور ثابت کردیا ہے کہ خداداد اہلیت اپنے اظہار کے اسباب خود مہیا کرلیتی ہے ۔ یہ ناقابل انکار صداقت ہمیشہ کے

لئے مستور نہیں رہ سکتی کہ رطب و یابس کے اس انبار اور خس و خاشاک کے اس ذخیرہ میں جو آجکل اصطلاح عامہ میں اُردو لٹریچر کا دوسرا نام ہے۔ اس قدر مسالہ موجود ہے کہ اگر اس کی طباعت کا انتظام مناسب اہتمام کے ساتھ کیا جائے تو ممتاز سے ممتاز لائبریریوں کی زینت میں گرانبہا اضافہ ہو سکتا ہے۔

اُردو مرکز کے سلسلے میں ہمیں اُردو لٹریچر کے وسیع مطالعہ سے جو تجربہ ہوا اُس کی بنا پر علیٰ رؤس الاشہاد ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اُردو لٹریچر کے منتخبات سے یونیورسٹی کے تمام اعلیٰ مدارج کے لئے کورس تیار ہو سکتے ہیں۔

"خدمت زبان" اور "خدمت ادب" کی جو صدا تمام طول و عرض ہند میں گونجی ہوئی ہے اور ملک کے بہتر سے بہتر دل و دماغ اس کے لئے جس طرح وقف کار و جد و جہد ہیں اس میں شک نہیں کہ وہ بہت اُمید افزا ہے مگر اُسی کے ساتھ ہم اس اظہار خیال سے بھی باز نہیں رہ سکتے کہ تعلیم و تربیت کے ابتدائی منازل سے لیکر اعلیٰ سے اعلیٰ طبقات علمی کے لئے جب تک اُردو ادب کے ایسے منتخب نمونے (جو ہمارے پست دور زندگی کے زہر آگین عناصر سے بالکلیہ پاک ہوں) کی ترویج و اشاعت کا انتظام نہ کیا جائیگا اور اس طرح ملک میں جب تک ایک اعلیٰ اور صالح ذہنیت و صلاحیت نہ پیدا کیجائیگی اسوقت تک "خدمت اُردو" کے سلسلے میں ہماری بڑی سے

بڑی سعی بھی اپنی پوری قوت کے ساتھ بارآور نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ ہم کامل یقین و وثوق کیساتھ یہ خیال رکھتے ہیں کہ اُردو اور اس کی ادبی خدمات کے ضمن میں سب سے زیادہ ضروری کام یہ ہے کہ ایک ایسا سلسلۂ مجلدات تیار کیا جائے جسے حقیقی معنوں میں اپنا لٹریچر کہتے ہوئے ہم کوئی ندامت نہ محسوس کر سکیں۔ اس قسم کے منتخب لٹریچر کی اشاعت سے نہ صرف یہ کہ اُردو میں ایک مخصوص تابناک دورِ حیات کا آغاز ہوگا بلکہ اس سے ہماری آیندہ نسلیں ادبی گمراہیوں سے محفوظ رہ کر ایک اعلیٰ ذہنیت اور معقول صلاحیت علمی کی بھی حامل ہو سکیں گی ÷

"ایک اچھی لائبریری ایک ارزاں یونیورسٹی ہے"

یہ کسی یورپین مصنف کا قول ہے جس کی بلیغ معنویت اپنے اجمال و ابہام میں بھی کسی مزید تفصیل و توضیح کی محتاج نہیں۔ اُردو مرکز کے ان مقاصدِ عالیہ میں جو اُردو مخزن العلوم کی تدوین اور اردو زبان کے دارالافتا کی تنظیم پر مشتمل ہیں اردو ادب کے نادر و کارآمد حصے کا تحفظ بھی داخل ہے چنانچہ مذکورہ خیالات کی بنا پر اس نے اپنے لائحہ عمل کی اولین دفعہ یہی رکھی ہے کہ اُردو زبان نے اپنی موجودہ مدتِ حیات میں جو صالح اور جاندار ذخیرۂ ادب تیار کیا ہے اُسے مسلسل مجلدات میں ترتیب دے اور اس طرح اس یورپین مصنف کے مذکورۂ بالا قول میں خفیف سی ترمیم کر کے

"ایک اچھی یونیورسٹی ایک ارزان لائبریری کی شکل میں"

ملک کے سامنے پیش کر دے +

تجاویز اور "اسکیم بازی" خوش فکر دماغوں کا ایک عملِ تعیش ہے اصل سوال "ہو تو کیونکر ہو" کا ہے۔ اسلئے ہم نے سب سے پہلے ملک کے بعض مشاہیر سے اس باب میں استمزاج کیا۔ اُردو مرکز کے نمایندگانِ خصوصی نے زحمتِ سفر برداشت کر کے بعض بزرگوں سے بالمشافہ گفتگو کی اور طریق انتخاب طریق کار کے متعلق اُن سے نہایت مفید مشورے بھی حاصل کئے۔ اُن بزرگوں میں سے مندرجہ ذیل اصحاب کے اسمائے گرامی خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں :-

علامہ عبد الحلیم شرر مرحوم - علامہ عمادی - مولینا عبد الماجد بی-اے مصنف فلسفہ جذبات و فلسفہ اجتماع - مرزا اعجاز حسین دہلوی بی-اے ایل-ایل-بی وکیل - مولینا سید غلام بھیک نیرنگ بی-اے وکیل پروفیسر رشید احمد صدیقی ایم-اے لکچرار مسلم یونیورسٹی و مدیر سہیل علیگڈھ پروفیسر کشوری موہن مترا ایم-اے-ایم-آر-اے-ایس (لنڈن) مولینا سید جالب دہلوی ایڈیٹر "ہمدم" لکھنو - ڈاکٹر شانتی سروپ ایم-ایس-سی-ڈی-ایس سی یونیورسٹی پروفیسر - میاں بشیر احمد بی-اے آکسن بیرسٹرایٹ لا ایڈیٹر ہمایوں - خان بہادر ڈاکٹر سر میاں محمد شفیع بیرسٹر ایٹ لا کے سی ایس-آئی-سی-آئی ای-ایل ایل-ڈی ؛

مولینا سید راشد الخیری دہلوی ایڈیٹر رسالہ عصمت دہلی - چودھری فتح دین ایم-اے ڈویزنل انسپکٹر آف سکولز ملتان ڈویژن - مولینا سید ناصر نذیر فراق دہلوی - چودھری محمد حسین صاحب بی-اے-پی-آئی-ایس

ڈی-آئی منٹگمری - شیخ ظہور الدین صاحب بی-اے - پی-آئی-ایس
ڈی-آئی-لائل پور - خان بہادر مولوی خورشید احمد صاحب بی-اے
ریٹائرڈ ڈویژنل انسپکٹر راولپنڈی - راجہ فاضل محمد خان صاحب بی-اے
بی-ٹی-ایس ڈپٹی انسپکٹر راولپنڈی ڈویژن - چودھری غلام رسول
صاحب شوق ایم-اے-پی-ای-ایس-ڈی-آئی ڈیرہ غازیخان
خواجہ دل محمد صاحب ایم-اے-ایم-آر-اے-ایس (لنڈن) پروفیسر
اسلامیہ کالج لاہور-مولینا وحید الدین سلیم پروفیسر عثمانیہ یونیورسٹی
ڈاکٹر خلیفہ عبد الحکیم ایم-اے-پی-ایچ-ڈی پروفیسر عثمانیہ یونیورسٹی
مولنا سالک ایڈیٹر انقلاب - مولینا حافظ احمد علی خان صاحب
منصرم کتب خانہ ریاست رام پور - مولینا خلیقی دہلوی -
حضرت ہوش بلگرامی ایڈیٹر ذخیرہ ؁

اس کے علاوہ اور اکثر خوش مذاق حضرات سے جو اردو ادب سے دلچسپی رکھتے ہیں تبادلہ خیالات کا موقع آتا رہا مگر مذکورہ اصحاب میں سے خصوصیت کے ساتھ جس نے اُردو مرکز کے کاموں سے دلچسپی کا اظہار فرمایا وہ علامہ شرر مرحوم کی ذات تھی - موصوف نے نہ یہ کہ طریق کار کے متعلق مشورے عنایت فرمائے بلکہ بعض صحبتوں میں اپنا گراں بہا وقت فراہمی مواد اور مشکلات انتخاب کے حل کرنے میں بھی صرف فرمایا موصوف کا یہ وعدہ بھی تھا کہ آخر جنوری تک لاہور تشریف لاکر اور کچھ دنوں قیام فرما کر اُردو مرکز کے کاموں میں اعانت بھی فرمائینگے مگر افسوس مرحوم کی اچانک موت نے ان

تمام حوصلوں کو بار آور ہونے نہیں دیا۔

یہ صحیح ہے کہ ہمنے اخبارات و رسائل میں اپنی ان تجاویز و عزائم کا کوئی شور نہیں مچایا اسلئے کہ ؎

"عشق کاریست کہ بے آہ و فغان نیز کنند"

صرف مخصوص ارباب قلم کی خدمت میں ایک ایک مطبوعہ تحریر بھیجکر ان سے میٹر (مواد) اور مفید مشوروں کی التجا کی تھی۔ اس تحریر کی نقل بجنسہ درج ذیل ہے :-

جناب محترم!

یہ امر جناب سے پوشیدہ نہیں کہ ملک کا بہی خواہ اور علم دوست طبقہ ایک مدت سے اُردو کو دُنیا کی ترقی یافتہ زبانوں کی سطح پر لانے کیلئے بیقرار ہے اس حیثیت سے موقت الشیوع جرائد و رسائل اور ملک کی چھوٹی بڑی علمی جماعتیں اور انجمنیں جو کچھ کر رہی ہیں انکا کافی احترام رکھتے ہوئے ہمیں اس حقیقت کے اظہار بغیر چارہ کار نہیں کہ کام کی اہمیت اس تنگنائے فکر سے گذر کر مزید وسعت عمل کی محتاج ہے "اُردو مرکز" (ملک کی واحد اُردو اکاڈمی) جو دُنیائے ادب کے مشاہیر اہل قلم کی گرانقدر مجلس کی نگرانی میں ایک بڑے سرمایہ سے قائم کی گئی ہے اسنے اس امر کو ملحوظ رکھکر اپنے مجوزہ نظام عمل کے لئے حسب ذیل دفعات مقرر کئے ہیں :-

(۱) اُردو کے اُس حصہ ادب و شاعری کو (جو محفوظ رکھنے کے قابل

ہے اور جو در اصل اُسکی آیندہ ترقیات کا اصلی ہیولیٰ بھی ہے جلد سے جلد انتخاب کے بعد مستقل مجلدات کی صورت میں ترتیب دینا ۔

(۲) اُردو میں ایک مخزن العلوم (انسائیکلوپیڈیا) تیار کرنا ۔

(۳) اردو زبان کے فتوحات ادبیہ کا ایک منتخب مجموعہ سال بسال مجلدات کی شکل میں پیش کرتے رہنا ۔ (۴) گرانقدر نایاب مطبوعہ و غیر مطبوعہ اُردو کتابوں کی ترتیب و تہذیب اور حسب استطاعت ہر قسم کی علمی و ادبی اردو تصنیفات و تالیفات کی اشاعت ۔

(۵) اردو مرکز کی مجلس مشاورت (جو درحقیقت اُردو زبان کیلئے ایک ادبی دارالافتاء ہے) کے ذریعہ علمی ضروریات کے مناسب جدید الفاظ کی اختراع اور متنازعہ فیہ امور ادبیہ کے متعلق ناطق فیصلہ ۔

ان دفعات کی اوّلین قطابہ ہے کہ نظم و نثر کے اس بہترین حصہ کو جسے اُردو ادب اپنی موجودہ مدتِ حیات میں فراہم کرسکا ہے ایک باقاعدہ منتظم صورت میں ملک کے سامنے پیش کردے ۔ یہ مجموعہ جہاں ایک طرف اُردو ادب و شاعری کا حاصل و عطر ہوگا وہیں یہ امر بھی مدنظر ہے کہ حتی الامکان اس میں ایک حد خاص تک ترتیب تاریخی بھی ملحوظ ہے تاکہ ہر دور کے خصوصیات اور ادبی دماغ کے ارتقائی مدارج کا بھی سرسری طور پر اندازہ ہوسکے ۔ اس التزام کے ساتھ ساتھ یہ اہتمام بھی پیش نظر ہے کہ شعرا و ادبا کی تصاویر اور اُن کے حالات سے بھی (جس قدر دستیاب و میسر ہوسکیں) ان مجلدات کی رونق و زینت میں اضافہ کیا جائے

ان بلند اور وسیع عزائم کی اہمیت اور ان کے مشکلات کا جناب خود ہی اندازہ فرما سکتے ہیں۔ اُردو مرکز لاہور نے خدا کا نام لیکر اس کام کو شروع کر دیا ہے۔ جسے ارباب ذوق کی مشہور و قابل قدر جماعت نہایت سرعت سے انجام دے رہی ہے بلکہ اس کام کا ایک بڑا حصہ پریس میں بھی جا چکا ہے۔ اس کے علاوہ ملک کے مشہور فضلا و ادیب بھی اپنے زرّیں مشوروں اور اعزازی خدمات سے اُردو مرکز کی اعانت فرما کر خدمتِ زبان کا غیر فانی ثبوت دے رہے ہیں لیکن مشرقی اخلاق و ذہنیت کی ناقابل تردید عظمت یہ ہے کہ یہاں کے کاموں کی تمام مشکلات کو صرف سرمایہ و مالیات ہی کے زور پر حل نہیں کیا جا سکتا اسلئے کہ ملک میں بحمد اللہ ایسے غیور و عالی حوصلہ بزرگوں کی کمی نہیں جو ملک کے مفید کاموں کی اعانت و حوصلہ افزائی کو مادی "سود و زیان" سے آلودہ کرنا پسند نہیں کرتے اور صرف بے غرضانہ اعانت کو اپنی خدمات کا حقیقی نعم البدل تصور کرتے ہیں۔ نظر بران جناب سے بکمال ادب گذارش ہے کہ اپنی نظم و نثر کا ایک منتخب اور خوشخط مجموعہ مع اپنے حالات اور بلاک کے (اور اگر بلاک موجود نہ ہو تو تصویر) اردو مرکز انارکلی لاہور کے نام ارسال فرمائیں اسی کیساتھ ہمارے کاموں کے متعلق اگر کوئی مفید مشورہ بھی عنایت فرمائینگے تو اسے بھی نہایت شکریہ کیساتھ قبول کیا جائیگا۔ اُردو نظم و نثر کی کوئی ایسی کارآمد تصنیف و

تالیف جو ابتک کنج گمنامی میں پڑی ہوئی ہو اسکے منتخب حصے معہ مصنف یا مؤلف کے حالات کے اگر دستیاب ہو سکیں تو وہ بھی براہ عنایت ارسال کئے جائیں - اس قسم کی زرّیں امداد دینے والے حضرات کا اس تاریخی سلسلہ میں شکریہ کے ساتھ اعتراف کیا جائیگا اسکے علاوہ کارکنانِ اُردو مرکز ایسے تمام حضرات سے جنہوں نے اُردو ادب و شاعری کی کوئی خدمت انجام دی ہو یہ امّید کرتے ہیں کہ وہ خود بھی اس نادر موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دینگے اسلئے کہ ان کے حالات اور گرانمایہ کارنامے اگر اُردو ادب شاعری کے اس مستقل اور مبسوط ریکارڈ اور مخزن میں نہ آئے تو یہ امر بڑی حد تک طرفین کیلئے قابل افسوس ہوگا ÷ المُلتمِس مہتمم اردو مرکز - انارکلی لاہور

چنانچہ اس درخواست پر اطراف ملک سے ہماری جسقدر حوصلہ افزائی کی گئی وہ ہماری امیدوں سے کہیں زیادہ تھی انتہا یہ کہ بعض کرمفرماؤں نے تو اپنے مستقل کارنامہ ہائے علمی ہمیں انتخاب و طباعت کیلئے مرحمت فرمادیئے جن سے گو ہم بقدر ضرورت ہی متمتع ہو سکے تاہم اُنکی مخلصانہ اعانت کے تہ دل سے معترف و سپاس گذار ہیں ÷

# اُردو ادب اور اُس کا سرمایۂ علمی

ابتدائی انتظامات مکمل ہو چکنے کے بعد ہم نے پانچ ہزار روپیہ کے صرف سے ایک لائبریری مرتب کی اسمیں ہمیں جو دقتیں پیش

آئیں وہ بہت صبر آزما تھیں۔ مروّجہ کتب کا حاصل کر لینا تو چنداں دشوار نہ تھا۔ کسی
مطبع یا کتبخانہ کی فہرست اٹھائی اور اسمیں سے جو کتابیں مفید مطلب نظر آئیں۔
انکی قیمت منی آرڈر کے ذریعے ارسال کر دی لیکن جو نادر الوجود اور عسیر الحصول
نسخے ملک کے دور افتادہ گوشوں میں قدیم مگر گمنام گھرانوں اور غیر معروف
لائبریریوں کے اندر لالۂ صحرا کی طرح اپنی جان نواز نکہت رائگان کر رہے ہیں
ان کے مہیّا کرنے میں صرف زر سے زیادہ تلاش و تحقیق کی ضرورت تھی بہر
حال جہاں سے اور جس طرح جو کتابیں مل سکتی تھیں ہم نے اپنی لائبریری
میں جمع کیں لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ اردو ادب کی کل کائنات اتنی ہی نہیں
اسکی گرانبہا متاع وہ علمی مضامین ہیں جو انتہائی تلاش و کاوش سے ملک کے سربرآوردہ
اربابِ فکر کے قلم سے وقتاً فوقتاً نکلتے رہے ہیں اور جنکے حقیقی سرمایہ دار ہمارے
ادبی رسائل ہیں جو ایک مدّت سے غیر محسوس طور پر خدمتِ زبان کی انجام دہی میں
مصروف ہیں ان رسائل میں مندرجۂ ذیل خصوصیت کیساتھ قابلِ ذکر ہیں:۔
مخزن۔ معارف علیگڈھ۔ معارف اعظم گڈھ۔ اردو (دکن) الناظر لکھنؤ
زمانہ کانپور۔ اردوئے معلّٰی علی گڈھ۔ نگار بھوپال۔ علی گڈھ میگزین۔ ذخیرہ
حیدرآباد۔ دکن ریویو۔ ہمایون۔ بہارستان۔ نیرنگ خیال۔ ہزار داستان
دلگداز۔ ادیب۔ الہلال۔ کہکشاں۔ العصر۔ نوید۔ نقاد۔ شمع آگرہ
خطیب دہلی۔ تمدّن دہلی۔ کوکب گونڈہ۔ عالمگیر لاہور۔ شباب اردو لاہور۔ نقیب
بدایوں۔ دلکش مراد آباد۔ صوفی۔ المعلم (دکن)۔ پیمانہ۔ نورجہان۔ عبرت۔ زبان
قوسِ قزح۔ مرقع لکھنؤ۔ افادہ آگرہ۔ افادہ حیدرآباد۔ تحفہ حیدرآباد۔ صلائے عام دہلی

کمال دہلی ۔ زبان اردو لاہور ۔ ادیب اردو لکھنؤ ۔ نظارہ میرٹھ نوبہار علیگڈھ وغیرہ +

مذکورہ رسائل کی ادبی خدمات کا اندازہ آپ اس سے کرسکتے ہیں کہ آج تقریباً ہر شعبۂ علم کے متعلق ہم ایک معتدبہ و معقول مواد فراہم کرچکے ہیں انہیں ہمیں ایسے مضامین بھی ملے جنمیں اس حدتک اجتہاد فکر و دقت نظر سے کام لیا گیا ہے کہ ہم انہیں اکتشافات و تحقیقات علمیہ کا درجہ دیسکتے ہیں اخبارات اور رسائل پر بیشتر سرسری نظریں پڑتی ہیں اور کسی اچھے سے اچھے مضمون کو بھی دیکھکر اردو ادب کی مجموعی حیثیت کا بالعموم اندازہ نہیں ہوتا لیکن ان تمام رسائل سے ہر موضوع اور ہر بحث کو اگر علیحدہ علیحدہ باترتیب جمع کیا جائے تو معلوم ہو کہ اردو ادب کا آج کیا درجہ ہے اور وہ زبان جو محکومیت کے آغوش میں نشو و نما پا رہی ہے آج کس حدتک آزاد ترقی یافتہ زبانوں کے دوش بدوش چلنے کیلئے بیقرار ہے +

چنانچہ کارکنان اردو مرکز نے مستقل تالیفات و تصنیفات کے علاوہ مذکورہ رسائل کے گہرے مطالعہ و انتخاب کے بعد کئی لاکھ صفحات کا عطر کھینچ کر رکھ دیا ہے اور آج ہم اس امر کے اعلان کی جسارت رکھتے ہیں کہ تقریباً تمام شعبہ جات علم و ادب پر ہمنے ڈیڑھ سو مجلدات تیار کر لئے ہیں اور جہانتک حالات مساعدت کرینگے ہم انشاءاللہ بہ اقساط انہیں برابر شایع کرتے رہینگے ۔ ان مجلدات سے نہ صرف یہ کہ ملک میں ایک سنجیدہ و کارآمد لٹریچر کی اشاعت ہوگی بلکہ ایک ایسی مختصر سی لائبریری بھی بآسانی تیار ہو سکتی ہے جس سے عام ناظرین و مصنفین بڑے بڑے دفاتر کی ورق گردانیوں سے بے نیاز ہو سکتے ہیں آیندہ جس کسی مصنف کو کسی اہم مضمون تصنیف و تالیف کی ضرورت ہوگی وہ اس تصنیف یا تالیف کے متعلق اردو مرکز کے منتخبات میں یک ہی جگہ ضروری مواد فراہم پاکر لائبریریوں میں

مبینوں کی تلاش و جستجو اور ضخیم کتابوں کی ورق گردانی کی زحمت سے بچ جائیگا +

انتخاب نظم و نثر کے متعلق ملک کے سربرآوردہ ارباب فکر کے قیمتی مشورے اور خوش مذاق کارکنوں کا طریق کار اگرچہ کام کی عمدگی کی کافی ضمانت ہے۔ تاہم شروع سے لیکر آخیر تک کمزور انسانوں ہی نے اسے انجام دیا ہے اس لئے اسے "خطا و نسیان" سے کسی طرح مبرّا نہیں کہا جاسکتا۔ ابتدائے کار سے لیکر اسوقت تک ہمنے ہر مشورے کا کافی احترام کیا ہے۔ اور چونکہ یہ کسی فرد واحد کا کام نہیں ہے اسلئے قدرتی طور سے بھی ضد و تعصب کی اسمیں گنجائش نہیں۔ چنانچہ ہم کامل فراخدلی کیساتھ یہ حوصلہ رکھتے ہیں کہ ان مجلّدات کی طباعت و اشاعت کے بعد بھی موافق و مخالف دوست و دشمن کی کسی صف سے جو معقول صدائے اصلاح اُٹھیگی اسکا کمال مسرت کیساتھ خیر مقدم کیا جائیگا اور دوسرے ایڈیشن میں شکریہ کیساتھ اس کی تصحیح و تلافی کردی جائیگی +

شعرا و مصنّفیں کی تصاویر اور ان کے حالات کی فراہمی میں بھی حتی الوسع ہم نے کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا مگر جو التزام و اہتمام ہمارے پیش نظر تھا وہ افسوس کہ خاطر خواہ انجام نہ پاسکا +

گذشتہ شعرا و مصنّفین میں سے بعضوں کے حالات اور اُن کی تصاویر اگر میسر نہ آسکیں تو چنداں عجب نہیں ستم ظریفی تو یہ ہے کہ عصر موجودہ کے بعض بزرگوں کو بھی اپنے حالات و تصاویر دینے

میں مخل و مائل ہوا۔ خدانخواستہ اسلئے نہیں کہ نامحرم نگاہیں اُن پر پڑینگی بلکہ انکسار کی بے کیف فرسودگی اور "میں کس قابل ہوں" کی رسم کہن کا یہی تقاضا تھا۔ حالانکہ اس سے کہیں بہتر عذر "عذر تساہل" ہے۔ جو "شان بے نیازی" کا بھی حامل ہے اور شایانِ ذہانت بھی تاہم اس باب میں ہماری کوششیں جس قدر بار آور ہوسکی ہیں وہ نذر ناظرین ہیں +

## طباعت و اشاعت

اب ان مجلدات کی طباعت و اشاعت کا مسئلہ تھا جسمیں خوش آیند تصورات کے بجائے سرمایہ مالی کی ضرورت تھی اسکے لئے ہم میسرز عطر چند کپور اینڈ سنز لاہور کی فراخ حوصلگی کے رہین منت ہیں جنہوں نے ان مجلّدات کی طباعت و اشاعت کی ذمہ داریاں لیکر اردو ادب کی ایک عظیم الشان خدمت کا تہیہ کیا ہے۔ ان مجلّدات کی اشاعت پر اب تک اس فرم کا پچاس ہزار روپیہ صرف ہوچکا ہے۔ اس کے علاوہ ڈیڑھ سو مجلدات اور تیار ہیں جو وقتاً فوقتاً استعداد حالات کے مطابق شائع کئے جائینگے اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اور کس قدر روپیہ صرف کرنا پڑیگا۔ یو۔ پی میں منشی نولکشور آنجہانی کی وہ مساعی جمیلہ جو خدمت اردو کے متعلق ہیں اپنی آپ مثال ہیں۔ لیکن میسرز عطر چند کپور کی فرم کا یہ تہیہ بھی اپنے مقام پر جسقدر حوصلہ افزا و قابل ستائش ہے وہ بھی شاید اُردو کی تاریخ میں فقید النظیر ثابت ہو۔ انکا یہ کارنامہ یہ نہیں کہ

تجارتی کاروبار کے ضمن میں ایک عظیم الشان حوصلہ مندی ہے بلکہ وہ ایک اولوالعزمانہ ملکی خدمت ہے جسے دراصل جریدۂ علم وادب پر شہرتِ دوام کی مہر بنکر ثبت ہونا چاہیئے +

# اُردو مرکز کا اسٹاف

ہم نے ذوق جستجو کو رہبر بنا کر ملک کے ان منتخب اہل قلم وانشا پردازوں کی خدمات حاصل کی ہیں جن پر اُردو دنیا بجا طور پر فخر کرسکتی ہے۔ اس گراں قدر ادبی جماعت نے جس انہماک وشغف سے اُردو مرکز کے مفوضہ فرائض کو سرانجام دیا اُس کا اعتراف نہ کرنا حد درجہ کی ناانصافی ہوگی۔ درحقیقت اردو مرکز عبارت اسی جماعت سے ہے خباری دنیا سے تعلق رکھنے والوں میں کوئی بھی ایسا نہ ہوگا جو ان حضرات کی قدرومنزلت سے واقف نہ ہو۔ ان کے اسمائے گرامی اس امر کی کافی شہادت ہیں کہ اُردو مرکز ملک کے بہترین انشاپردازوں کی ایک قابل فخر جماعت ہے +

# فہرست کارکنان اُردو مرکز

۱۔ حضرت اصغر مصنف نشاط روح

۲۔ سید عابد علی بی۔ اے آنر۔ ایل۔ ایل۔ بی ایڈیٹر ہزار داستان

۳۔ شیخ محمد ضیاء الدین شمسی جرنلسٹ

۴ میاں تصدق حسین خالدؔ ایم۔ اے۔

۵ مسٹر منوہر سہائے انورؔ سہسوانی جرنلسٹ۔

۶ پنڈت میلا رام وفاؔ ایڈیٹر سوراجیہ۔

۷ مولینا حامد علی خان صاحب بی۔ اے۔ (نیشنل)

۸ حضرت فاخرؔ ہریانوی۔ بی۔ اے۔

۹ شبیر علی خان صاحب سرخوشؔ مصنف تذکرہ اعجاز سخن۔

۱۰ شیخ عبد اللطیف صاحب تپشؔ بی۔ اے۔

۱۱ اصغر حسین خان صاحب نظیرؔ لدھیانوی۔

۱۲ حضرت جگرؔ مراد آبادی۔

۱۳ مولینا گویاؔ جہان آبادی۔

۱۴ مولینا سیمابؔ اکبر آبادی ایڈیٹر پیمانہ۔

۱۵ شیخ محمد ہادی حسین قریشی ایم۔ اے۔

۱۶ سردار اودے سنگھ شائقؔ بی۔ اے ایل ایل بی۔

۱۷ مسٹر یوسف سلیم بی۔ اے۔

# اُردو مرکز کی مجلس مشاورت

اردو مرکز کے کاموں میں مسلسل طور پر مشورہ کی زحمت جن حضرات نے فرمائی۔ ان کی التفات بے پایاں کا اعتراف بھی ہم صدق دل سے کرتے ہیں۔ یہ محترم حضرات صرف یہی نہیں کہ اپنا وقت عزیز پابندی کے ساتھ

اردو مرکز کے منتخبات پر ناقدانہ نظر ڈالنے پر صرف کرتے رہے معیار انتخاب قائم کرنے میں اپنے زرّین مشوروں سے مسلسل طور پر ہماری امداد فرمائی۔ بلکہ اردو مرکز کے خلاف للّٰہی بغض رکھنے والی سازشی جماعت کے حملوں کے لیئے ان کی مقتدر شخصیتیں سدِّ سکندری ثابت ہوئیں۔

# اراکین مجلس مشاورت

آنریبل خان بہادر سر شیخ عبد القادر بیرسٹر ایٹ لا۔ ریونیو ممبر ایگزیکٹیو کونسل پنجاب

خان بہادر شیخ نور الٰہی صاحب ایم اے۔ آئی۔ ای۔ ایس۔ انسپکٹر آف ٹریننگ انسٹیٹیوٹس صوبہ پنجاب۔

پنڈت برج موہن دتا تریہ کیفی دہلوی (ادبی نقاد)

آخر میں ہم اس خدائے قادر و توانا کا شکر ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتے جس نے نہانخانۂ غیب سے ہمارے لئے یہ اسباب و وسائل فراہم کر دئے۔ اور اپنے لطف و کرم سے ہمیں بڑی بھلی خدمتِ زبان کی توفیق عطا فرمائی۔ لیکن اُسی کی عادتِ جاریہ یہ بھی ہے۔ کہ وہ ہر اعلیٰ و صالح تحریک کے لئے مخالفین و مزاحمین کی بھی ایک جماعت تیار کر دیتا ہے۔ ورنہ پھر نہ تو کسی پُر مغز و مخلصانہ خدمت کی قدر و قوت کا اندازہ ہو اور نہ اُسے پوری طرح پھیلنے اور کامیاب ہونے کا موقع مل سکے۔

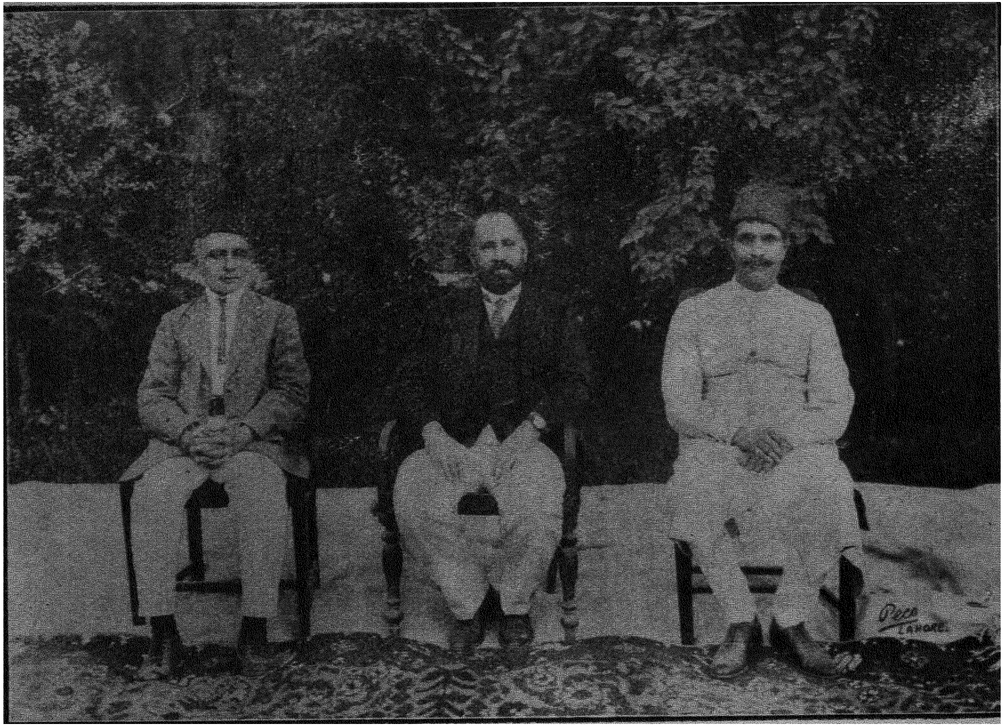

(۱) خان بہادر شیخ [redacted] صاحب آئی [redacted] ایس (۲) سر شیخ عبدالقادر صاحب (۳) حضرت کیفی دہلوی

ہندوستان میں جہاں تعمیر کے مقابلہ میں شوقِ تخریب اور بڑھانے کے عوض نیچے گھسیٹنے کا جذبہ نسبتہً زیادہ ہے۔ ہم اِس سعادت سے کیونکر محروم رہ سکتے تھے۔ چنانچہ قبل اس کے کہ اردو مرکز اپنی ناچیز خدمات کا کوئی عملی ثبوت پبلک میں پیش کرے بعض حلقوں میں اس کے متعلق پیشتر ہی سے چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں۔ غالب نے کہا تھا ؎

ندانم تا چہ برق فتنہ خواہد ریخت بر ہوشم
تصور کردہ ام بگسستنِ بند نقابش را

یہاں بھی اردو مرکز اور اس کے کارناموں کا "گسستن نقاب" تو ایک طرف محض اُس کے تصور ہی سے ایک تلاطمِ اضطرار پیدا ہوگیا۔ اور گھبرا گھبرا کر ہمارے دوستوں کی نگاہیں اپنے اپنے ترکشوں پر پڑنے لگیں۔ چنانچہ اردو مرکز اور اُس کے اراکین کے متعلق پرائیویٹ صحبتوں کے علاوہ اخبارات و رسائل کے صفحات میں بھی مختلف رنگ اور مختلف عنوانوں سے تنقیص و تعریض کا شریفانہ عمل شروع ہوگیا۔

واقعہ یہ ہے کہ ہماری طرف سے "اشتراکِ عمل" کی دعوت عام تھی بایںہمہ بعض حلقوں میں اگر ایسی بے چینیاں موجود ہوں۔ جن کی بنیاد میں ناگفتہ بہ جذبات کارفرما ہیں۔ تو شاید ہماری اور اُن کی متفقہ کوششیں بھی اُنہیں زائل نہیں کرسکتیں۔ بہرحال ہمیں اور ہمارے دوستوں کو اپنا اپنا کام کرتے رہنا چاہئے۔ انجام کار کا فیصلہ اُسی خدا پر ہے۔ جس نے محسود کو حاسد پر۔ فراخ دلی کو تنگ نظری پر۔ تعمیر کو تخریب پر ہمیشہ فتح

دی ہے۔ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ وہ ہم لوگوں کے لئے اپنے اِس لازوال قانون میں تبدیلی ہرگز نہ کرے گا۔

ہم اپنی طرف سے اطمینان دلاتے ہیں۔ کہ جس خدا نے ہمارے لئے اسباب و وسائل مہیا کرکے ہمیں تھوڑے سے کام کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اُسی نے ہمیں وہ صبر و سکون بھی (جو ہر کام کرنے والے کے لئے ضروری ہے) مرحمت فرمایا ہے۔ ہم اپنی جانب سے کسی سے اُلجھنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اور اپنے کرم فرماؤں کی تعریض و نکتہ چینی سے بھی (خواہ وہ کسی رنگ میں کیوں نہ ہو) صرف اپنی اصلاح و فلاح کا فائدہ اٹھانا چاہیں گے اور بس ع

بادہ گر خام شود پختہ کند شیشۂ ما

**تاجور چیف ایڈیٹر**

اردو مرکز لاہور

# دَورِ جدید کی نظمیں

اُردو ادب میں دَورِ جدید کی نظموں سے ہماری مراد اُن جدید قسم کی مسلسل نظموں سے ہے جنکا آغاز مشہور مستشرق ڈاکٹر لائیٹنر سابق رجسٹرار پنجاب یونیورسٹی کی تحریک سے "انجمن پنجاب" کے مشاعروں میں آزاد و حالی نے کیا +

یوں تو مثنوی واسوخت ۔ مرثیہ اور قصیدے بھی مسلسل نظم ہی کے تحت میں آجاتے ہیں اور انمیں سے کوئی صنف بھی اُردو شاعری کی نئی صنف نہیں کہی جاسکتی۔ لیکن نظم نگاری کے جس دَور کا آغاز آزاد و حالی نے کیا وہ صوری اَور معنوی حیثیت سے اُردو میں نئی چیز تھی +

دَورِ جدید کی نظم نگاری کو اُردو شاعری میں وہی حیثیت حاصل ہے جو اُردو نثر میں مختصر افسانہ نویسی کو جس طرح منطقی رو سے مختصر افسانہ نویسی کی کوئی ایسی جامع و مانع تعریف نہیں کیجا سکتی جو اسکے لئے "حدِ تام" بن سکے اِسی طرح واسوخت اور مثنوی وغیرہ کو جدید نظم نگاری کا مصداق بننے سے بچانا بھی دُشوار ہے +

کسی ایک خیال کو موضوعِ نظم ٹھہرا کر تسلسلِ مفہوم کے ساتھ قدیم مستعمل تشبیہات اور فرسودہ اندازِ بیان سے الگ جدید پیرایۂ اظہار کو اختیار کرتے ہُوئے نظم کرنا جدید نظم نگاری کیلئے "رسمِ تام" بن سکتا ہے +

لکیر کے فقیر شعرا اگر اس نظریہ پر رضامند نہ ہوں تو اُن کی قدامت پرستی کا

احترام کرنے کے لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ دَورِ جدید کی نظمیں اُردو میں کوئی نئی چیز نہ تھی بلکہ اُردو قطعات نے ایک نیا قالب اختیار کر لیا تھا +

الغرض اِس منطقی بحث کی اُلجھنوں سے نکل کر ہم کہ سکتے ہیں کہ یہ دَور اُردو شاعری کا جدید دَور تھا۔ اگرچہ صنفِ غزل نے بھی کچھ نہ کچھ ارتقائی منزلیں طے کیں مگر جدید نظم نگاری کی ہمہ گیری اور وسعت کو مدِ نظر رکھتے ہُوئے ہم نظم نگاری ہی کے دَور کو اُردو شاعری کا جدید دَور کہ سکتے ہیں۔ اس مبارک دَور میں اُردو شاعری نے حسن و عشق کے محدود دائرے سے قدم باہر نکالا۔ نئے نئے میدانوں میں جولانیاں دکھائیں۔ شاعری کی صحیح منزل کی جانب رُخ کیا۔ شاعرانہ خیالات میں ہمہ گیری و ہمہ رسی پیدا ہُوئی +

دَورِ جدید کی نظموں کو ہم تین دَور پر تقسیم کر سکتے ہیں :-

۱ - پہلا دَور انجمن پنجاب لاہور کے مشاعروں میں آزاد و حالی کی شاعری سے شرُوع ہوا +

۲ - دُوسرے دَور کا آغاز رسالہ مخزن کے ذریعہ سر عبد القادر کی ادبی مساعی کا رہینِ منّت ہے +

۳ - تیسرے دَور کی ابتدا انجمن اربابِ علم پنجاب کے اُردو شاعری کے متعلق اصلاحی پروگرام سے ہوتی ہے +

---

له - اردو غزل پر ایک سیر حاصل تاریخی مقدمہ انشاء اللہ تعالٰے اُردو مرکز کی دُوسری قسط کے ساتھ شائع ہوگا۔ جب ہم متغزلین شعرا کی اُردو غزلیات کا کُل انتخاب مرتب کرینگے +

# پہلا دَور

پہلے دَور کی واضح خصوصیت یہ ہے کہ اُردو شاعری نے وسعت حاصل کی حُسن و عشق کی قصیدہ خوانیوں کے ساتھ اخلاقی۔ تاریخی۔ ملی۔ وطنی۔ نیچرل نظمیں بھی کہی گئیں۔ مگر چُونکہ اس دور کا آغاز اُنہیں سحر نگاروں کے ہاتھوں ہُوا جنکی ادبی تربیت اُردو شاعری کے قدیم اور فرسودہ ماحول میں ہُوئی تھی اس لیئے نئے خیالات کو نیا لباس میسّر نہ ہوسکا۔ قدیم اسلوبِ بیان، فنّی پابندیوں اور مستعمل تشبیہات و استعارات نے نئی شاعری کو بے نمک کر دیا۔ البتّہ مولینا حالؔی اپنی قادر الکلامی کے زور پر مسدّس میں کامیاب ہو گئے۔ باقیوں کو فضلِ تقدم کے سوا اِس دَور سے کچھ نہ ملا *

اِس دَور کے آغاز کا شرف یوں تو ڈاکٹر لائٹنر انجمن پنجاب اور مولینا آزاد و حالؔی کا حِصّہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ مگر درحقیقت مرزا غالب اِس بنیاد کے لیئے زمین پیدا کرچکا تھا "چکنی ڈلی" پر غالب کی نظم کل کی طرح آج بھی نئی ہے۔ حیرت اور تعجّب ہے کہ اس دَور کا آغاز کرنے والوں نے غالب کی شاعری سے اسلوبِ بیان میں تبدیلی کیوں نہ پیدا کی۔ غالب کی انوکھی اور اچھوتی ترکیبیں نادر استعارات و تشبیہات اور اس کا مجتہدانہ اسلُوبِ بیان تو نیم مردہ شعرا میں بھی زندگی پیدا کرنے کے لیئے کافی تھا۔ پھر ان زندۂ جاوید سحر نگاروں کو کیا ہوگیا تھا کہ انھوں نے اس جدید دور کو کامیاب بنانے میں غالب کی جدّت نوایوں کو فراموش کیئے رکھا۔ یاللعجب۔

خیر گذری بات کا ذکر کیا؟ اس دَور کا یہ احسان کچھ کم گراں قدر نہیں ہے کہ اردو شاعری کو ہمہ رنگی حاصل ہونے کے ساتھ اِس دَور کے طفیل نادرہ نگار حالؔی سے ایک غیر فانی نظم "مدو جزر اسلام" ایک ایسی ملّی نظم جس کی نظیر پیش کرنے سے جدید شاعری کا موجودہ ترقی یافتہ دَور بھی خالی ہے اردو شاعری کو نصیب ہوئی ۔

## دُوسرا دَور

اِس دَور کا آغاز بیسویں صدی کی ابتدا سے ہم آغوش ہے سر عبدالقادر بالقابہ نے ۱۹۰۱ء میں انگریزی رسالوں کے طرز پر لاہور سے رسالہ مخزن جاری کیا ۔

اِس سے پہلے اگرچہ علی گڈھ سے "معارف" اور "تہذیب الاخلاق" جیسے بلند پایہ رسالے شائع ہوتے رہے تھے ۔ مگر اوّل الذکر زیادہ تر علمی اور ثانی الذکر اصلاحی اور مذہبی تھا ۔ خالص ادبی پرچہ ان میں سے کوئی بھی نہ تھا ۔

باقی لکھنؤ کا پیام یار اور گورکھپور کا فتنہ وغیرہ ۔ یہ اور اِسی ٹائپ کے دس پانچ اَور متغزلین شعرا کے طرحی رسالے تھے جن میں امیر و جلال ۔ داغ و تسلیم ۔ ریاض و نسیم اور انکے متبعوں کے مطارحات شائع ہوا کرتے تھے ۔

فن کی کار رواں در کارواں بندشیں، خیالات اور تشبیہات کی اسلاف پرستانہ قیود اور نگرانیاں اِن رسالوں کا اور اِس عہد کے متغزلین کی شاعری کا طغرائے امتیاز تھیں ۔

جدید تعلیم یافتہ طبقہ جس کے سامنے انگریزی کی بلند معیار اور ذوق

افروز شاعری کے نمونے تھے - ان قدامت نوائیوں سے رم کرتا تھا- اُس کے شکسپیر اور شیلے کے سامنے اِن کے امیر و جلال کا چراغ نہیں جلتا تھا - اس گروہ نے علم و فن تو درکنار رہے زندگی کے ہر شعبے کی قدامت کے خلاف بغاوت برپا کر رکھی تھی +

اُردو ادب اور اس کی پست عاشقانہ شاعری (جو مسلمانوں کے دورِ انحطاط کی صدائے بازگشت کہی جا سکتی ہے ) میں ان جدت آشنا طبیعتوں کیلئے سامان دلچسپی کچھ نہ تھا اور اِس لئے مغربی تعلیم کا دلدادہ طبقہ ادبیاتِ اُردو کے مطالعہ کو فیشن کے خلاف اور اُردو شاعری کو صدائے بے ہنگام سمجھ کر نظر انداز کر رہا تھا - ایسے وقت میں سر عبدالقادر نے مخزن جاری کرکے اُردو زبان پر ایک گرانبار احسان کیا - مخزن کو اپنے پسند کی چیز دیکھ کر جدت آشنا حضرات کی نو پیدا شدہ دنیا اُس پر ٹوٹ پڑی - اور دس سال کے اندر اندر مخزن کے ذریعہ اُردو اہلِ قلم اور شعرا ملک کے ہر گوشے میں پیدا ہو گئے - سر عبدالقادر نے مخزن کے ذریعہ اُردو کی بلا مبالغہ اتنی گرانمایہ خدمت انجام دی ہے کہ پنجاب کے سوا اُس عہد کے کسی پورے ایک صوبے نے بھی نہ کی ہوگی +

مخزن کے لئے یہ فخر کچھ کم گرانقدر نہیں ہے کہ علامہ اقبال جیسے یکتائے روزگار شاعر اور مولینا ابوالکلام دہلوی جیسے بے پناہ انشا پرداز پہلے پہل مخزن ہی کے ذریعہ رُوشناسِ خلق ہوئے - علامہ اقبال کی سب سے پہلی نظم اور مولینا ابوالکلام کا سب سے پہلا مضمون مخزن ہی کے صفحات میں ذوق افروز اہلِ نظر ہوا +

جدید شاعری کے اِس دور نے اکبر و اقبال کو پیدا کر کے ایک مدت مدید کیلئے اُردو کے مستقبل کو بے فروغ کر دیا +

## دورِ دوم کی خصُوصیّات

۱ - شاعرانہ اُسلُوب بیان میں ایک انقلاب پیدا ہو کر اِس پہلو میں دورِ اوّل کی بے حسی کی تلافی کر دیگئی +

۲ - قدیم طریقۂ ادا کی فرسودگی دُور ہو کر استعارات و تشبیہات میں طرفگی اور ندرت پیدا ہُوئی +

۳ - جذبات آرائی میں جزالت اور وقار نے راہ پائی +

۴ - الفاظ و تراکیب میں خوشنمائی اور جدت رُونما ہُوئی +

۵ - خیالات میں وسعت و رفعت آگئی +

۶ - بلند پایہ انگریزی نظموں کے منظوم ترجمے شائع ہو کر اردو شاعری کیلئے نئے میدان پیدا کئے گئے +

۷ - علامہ اقبال نے مرزا غالب کی طرزِ نگارش کو زندہ کر کے اُسے قبولیت عامہ کا شرف بخشا +

۸ - علامہ شبلی کی یادگار اُردو نظموں نے شعرا میں تاریخی اور سیاسی نظمیں لکھنے کا شوق پیدا کر دیا +

۹ - علامہ کیفی دہلوی کی پُر کیف حقیقت نگاری اور منشی درگا سہائے سرور جہان آبادی کی جذبات افروز شاعری نے اُردو شاعری کے اِس جدید رنگ کی ترویج میں

خاص حصہ لیا ۔

اس دور کے وہ سحر نگار جنہیں صاحب طرز (اسٹائلسٹ) کہا جا سکتا ہے۔

حسب ذیل ہیں :-

علامہ سر اقبال

لسان العصر مولینا اکبر الہ آبادی

علامہ شبلی نعمانی رح

منشی درگا سہائے سرور جہان آبادی

حضرت نادر کاکوروی مرحوم

مولینا ظفر علی خاں صاحب ایڈیٹر زمیندار

حضرت جوش ملیح آبادی

پنڈت میلا رام وفا ایڈیٹر روزانہ بھیشم

دور اول کے شعرا میں سے مولینا حالی دورِ دوم تک دادِ سخنوری دیتے

رہے ۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جدید شاعری کا دوسرا دور ۱۹۰۱ء میں سر عبدالقادر

کے ہاتھوں مخزن کے ذریعہ شروع ہوا بعد کو زمانہ ۔ ادیب نے بھی اس

دور کی تعمیر میں گراں قدر حصہ لیا ۔ اور پھر نو الندوہ ۔ الناظر ۔ علی گڈھ منتھلی

اولڈ بوائے ۔ العزیز ۔ الرفیق ۔ العصر جیسے بلند پایہ رسالوں کی ادبی مساعی

بھی اسکو فروغ دینے میں شریک ہو گئیں ۔

# تیسرا دَور

جدید اُردو شاعری کے دورِ اوّل کی ابتدا انجمن پنجاب کے مشاعروں سے ہُوئی - دورِ دوم کی کامیابی میں بزم اُردو لاہور اور مُلک کی دیگر ادبی مجلسوں کا بہت سا حصّہ ہے +

دَورِ سوم کا آغاز " انجمن ارباب علم پنجاب " کا منّت پذیر ہے +

" انجمن اربابِ علم پنجاب " ۱۹۱۰ء کے اواخر میں راقم الحروف نے اپنے چند ادیب دوستوں کے ساتھ مل کر قائم کی تھی - آنریبل خان بہادر سر شیخ عبدالقادر بالقابہ اِس انجمن کے لائف پریزیڈنٹ اور راقم الحروف لائف سیکرٹری ہے - اِس کی مجلس انتظامیہ میں دیوان بہادر راجہ نریندر ناتھ ایم - ایل - سی سابق کمشنر لاہور - علامہ کیفی دہلوی - ڈاکٹر شانتی سروپ بھٹناگر ڈی - ایس - سی پروفیسر پنجاب یونیورسٹی اور دوسرے مشہور اہل قلم ہیں +

اِس انجمن کی ہمہ گیری اور اہمیت کا اندازہ اس کے اس اصلاحی پروگرام کو دیکھ کر ہو سکتا ہے جو انجمن نے اردو علم ادب و شاعری کو ترقی یافتہ زبانوں کی شاعری اور لٹریچر کے ہم پلّہ بنانے کے لئے مُلک کے سامنے پیش کیا ہے + ذیل میں انجمن کا اصلاحی پروگرام درج کیا جاتا ہے -

# انجمن اربابِ علم
# کا
# اصلاحی پروگرام

(۱) انجمن کے مقاصد حسب ذیل ہونگے :-

الف - ملک میں صحیح اردو زبان کی ترویج -

ب - سررشتہ ہائے تعلیم کی مجوزہ اُردو کتابوں پر بحیثیت صحتِ زبان تنقید -

ج - اُردو اخبارات و رسائل کو نجی طور پر زبان کی فروگذاشتوں پر توجہ دِلانا -

د - اُردو زبان میں مفید تصانیف شائع کرنا -

ہ - ملک کے اُردو اخبارات و رسائل اور ہر قسم کی مفید تصانیف کے شمار و اعداد کی رپورٹ سالانہ شائع کرنا -

و - سررشتہ ہائے تعلیم، یونیورسٹیوں اور گورنمنٹ کو اُردو کی ترقی کے متعلق مفید مشورے پیش کرنا -

ز - اُردو کے اچھے مصنفین، شعرا اور حامیوں کی بلا امتیاز مذہب ممکن امداد کرنا -

ح - اُردو انسائیکلوپیڈیا اور ایک جامع اُردو لغات کی ترتیب کے لئے امکانی کوشش کرنا -

ط - اُردو رسم الخط کو فروغ دینا -

ی - اُردو شارٹ ہینڈ (مختصر نویسی) کو باضابطہ بناکر رائج کرنا -

ک - اُردو زبان کو مُلک کی مشترکہ قومی زبان (لنگوا فرنکا) بنانیکی غرض سے

اسکی نظم و نثر میں ذیل کی تجاویز کو کامیاب بنانا :-

۱ - اُردو کی عام تحریروں سے عربی فارسی اور سنسکرت وغیرہ کے اُن الفاظ کا استعمال کم کرکے جو غیر مانوس اور ناخوشگوار ہیں ہندی کے سادہ اور رسیلے الفاظ کے استعمال سے اُسے عام فہم بنانا۔

۲ - اُردو شاعری میں بلینک ورس (بے قافیہ نظم) کو رواج دینا اور مقفےٰ نظموں میں ہمقافیگی کی غیر ضروری پابندیوں کو کم کرنا +

۳ - اُردو شاعری میں دوسری زبانوں اور خاصکر ہندی کے خوش آیند اوزان کو رائج کرنا -

۴ - اردو شاعری میں ملکی خیالات - تلمیحات اور تشبیہات کو رائج کرکے اُسے اصلی معنی میں مُلکی شاعری بنانا۔

۵ - اُردو نظم کو غیر مفید اور مخرب اخلاق خیالات سے پاک کرکے مُلک و قوم کیلئے مفید بنانا -

۶ - اُردو شاعری میں ایسی نظموں کو رواج دینا جس میں شاعر نے محبوب مخاطب عورت کو قرار دیا ہو -

۷ - مستقبل کی عام ہندوستانی زبان کے مطابق اُردو کی گرائمر تیار کرنا -

۸ - اُردو کے نوآموز شعرا انشاپردازوں اور مصنّفین کی رہبری کرنا -

اس اصلاحی پروگرام کو کامیاب بنانے کے لئے کن کن مرحلوں میں سے گذرنا پڑا انجمن کی رپورٹ سے ذیل کا اقتباس ملاحظہ فرمائیے۔

# حدیث ماضی و مستقبل

انجمن ارباب علم اپریل ۱۹۱۶ء میں قائم کیگئی اور ادب کے ہر شعبے کی اصلاح اور ترقی اِس کے قیام کا مقصد تھا۔ عام لوگوں کا رجحان بہ نسبت نثر کے نظم کی جانب زیادہ دیکھ کر عام اصطلاحی لفظ "مشاعرہ" کے نام سے ہر ماہ اِس انجمن کی نگرانی میں ایک جلسہ منعقد کیا جاتا تھا۔ پہلا مشاعرہ جو ہوا اُس میں دادِ سخنوری دینے والوں میں اکثر خط و خال کنگھی اور چوٹی کے مدح خواں تھے۔ ان فرسودہ خیالات نے اُردو شاعری کو ہر ایک نظر میں ذلیل کر رکھا ہے۔ ہم نے اپنے مشاعرہ کو دُوسرے مشاعروں سے اِمتیاز دینے کے لئے یہ شرط لگادی کہ اس مشاعرہ میں وہی نظمیں پڑھی جاسکتی ہیں جو خط و خال۔ کنگھی چوٹی۔ مستی اور آرسی کے خیالات سے پاک ہوں۔ شرُوع شرُوع میں یہ پابندیاں شعرا پر گراں گذریں۔ لیکن رفتہ رفتہ ان کے خیالات کی رَو نے اپنا رُخ بدلنا شروع کر دیا۔ پہلے مشاعرہ میں اکثر شعرا غزل سراؤں کی حیثیت میں شریک ہُوئے۔ "ہائے عشق اور وائے عشق" کے نعروں کے سوا ان کے ذخیرۂ شاعری میں اَور کچھ نہ تھا لیکن ہم نے اخلاقی' قومی' اور نیچرل نظمیں خوُد بھی کہیں اور عشق کے اِن شکوہ طرازوں کو بھی اپنا ہمنوا بنانے پر مجبور کیا۔ چنانچہ اس مقصد میں بھی کامیابی ہونے لگی۔

آٹھ سال کی لگاتار کوششوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ اب ہمارے جلسوں میں خط و خال۔ کنگھی چوٹی کا تو کیا ذکر ہے پست عاشقانہ خیالات کا اظہار بھی

آدابِ مجلس کے خلاف سمجھا جانے لگا ۔ عشق کے فطری جذبات کو روکنا ہمارے بس کی بات نہ تھی ۔ لیکن انہیں گندم خوری کے بہانہ خرافات سے ہمنے بالکل الگ کر دیا ہے ۔ ہمارے شعرا کے جذباتِ محبت اب یا تو بہت بلند ہو گئے ہیں ۔ اور یا "قنطرۃ الحقیقۃ" کو عبور کرکے عشقِ حقیقی سے ہمرنگ ہونے لگے ہیں، درحقیقت ۱۹۱۸ء کے مشاعروں کا ۱۹۲۴ء کے ادبی جلسوں سے مقابلہ کیا جائے تو یہ واقعیت محسوس ہوجائیگی کہ اس پہلو میں انجمن ارباب علم کی کوششیں کرامت کی حد تک کامیاب ہوئی ہیں ۔ گذشتہ سال لکھنؤ کے ایک مشہور شاعر ہمارے جلسے میں شریک ہوئے ۔ ہم بڑے احترام سے انہیں اپنے جلسے میں لائے اور بہت بلند الفاظ میں اہلِ جلسہ سے انکا تعارف کرایا ۔ لیکن جب انھوں نے کسی کے "آنچل اور پازیب کی جھنکار" کو اپنے خانمان کی تباہی کا سبب بنایا ۔ تو ہم طریقۂ تعارف پر پشیمان تھے اور پڑھنے سننے والے پڑھنے سننے پر نادم ۔ اخیرکار وہ معزز مہمان جو آج کی اردو دنیا کو بھی انشا اور رنگین کے عہد کی دنیا سمجھتے ہیں جلسہ سے یہ کہتے ہوئے اٹھے کہ یہ تو مولویوں کا جلسہ ہے ۔ چونچلے اور معاملہ بندی کے اشعار کی یہاں کون داد دے سکتا ہے ۔

انجمن ارباب علم کے اسٹیج پر آکر ہر شاعر غزل کی بجائے نظم پڑھنے کو فیشن کی طرح ضروری سمجھتا ہے ۔

**اردو شاعری میں تنوع** غزلیات کو فرسودہ اور غیر موزون خیالات سے پاک کرکے شعرا کو نظم نگاری کی جانب متوجہ کرنے کے بعد اردو نظم میں تنوع پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ۔ چنانچہ ہجومِ مخالفت کے باوجود ہم بلینک ورس (بے قافیہ نظم)

رائج کرنے میں بہت حد تک کامیاب ہو گئے۔ ہمارے جلسے میں اچھی نظم کی برابر اچھی بلینک ورس بھی سرسبز ہونے لگی ہے۔ اور اب پنجاب کے منتخب رسالوں میں بے قافیہ نظمیں عموماً شائع ہوتی رہتی ہیں۔ "ہندی کوتا" کے اوزان میں ہندی نما اُردو نظمیں لکھنے پر بھی زور دیا جا رہا ہے۔ اس پہلو میں بھی کامیابی کے آثار نمایاں ہیں۔ آیندہ ہم انعامی مقابلوں کے ذریعے ایسی نظموں کو فروغ دینا چاہتے ہیں۔ جسمیں محبوب مخاطب عورت قرار دیگئی ہو۔

**صحیح اُردو کی ترویج** اس شعبے میں بھی ہم نے عرق ریز کوششیں کی ہیں۔ پنجاب میں "اردو" کے عنوان سے ایک مسلسل مضمون انجمن کے جلسوں میں پڑھا جاتا رہا ہے اور مختلف رسالوں میں اسکی اشاعت کا انتظام کیا گیا۔ اس مضمون میں بلا اظہارِ نام اُردو اخبارات رسالوں اور درسی کتابوں کی زبان کی موٹی موٹی غلطیوں کی اصلاح کیگئی۔ اخبارات اور رسالوں کو ذاتی طور پر فروگذاشتوں پر توجہ دلائی گئی اور ابتک دلائی جاتی ہے۔ یہ سلسلہ بہت مقبول ہوا۔ پنجاب یونیورسٹی کے انٹرنس کے امتحان میں ممتحن نے اُردو کا ایک پرچہ اسی مضمون سے بنا کر دیا تھا۔

**مشاعروں میں مضامینِ نثر** پہلے مشاعروں میں غزلوں کے سوا کچھ سننا حاضرین کی سماعت پر ایک بار ہوتا تھا۔ لیکن ہم نے ذوقِ سماعت کی تدریجی اصلاح کرتے کرتے غزل سے نظم اور نظم سے بے قافیہ نظم کو بھی ذوق پسند بنا کر مشاعرہ کو مناظرہ میں تبدیل کرنے کی کوشش شروع کی۔ چنانچہ گذشتہ سال تک ہمارے مشاعرے اچھے خاصے ادبی جلسوں کے رنگ میں ہوتے رہے۔ اکثر اوقات

ایسا ہوا ہے کہ مضامین نثر نے زیادہ وقت لے لیا ہے۔ مگر حاضرین ذرا نہیں اُکتائے۔ مضامین نثر میں افسانے، تنقیدیں اور خُشک ادبی مضامین ہوتے تھے۔ مقامی حالات کو دیکھتے ہوئے یہ بھی کرامت سے کم نہیں ہے +

**انجمن کی رواداری** | ہندی۔ اُردو۔ ہندو مُسلم۔ موالاۃ ترکِ موالاۃ سنگٹھن اور تنظیم کے جھگڑوں سے ہم نے انجمن کو ایمان کی طرح بچائے رکھا ہے۔ انجمن کے مقاصد پر نظر ڈالنے سے اِس دعوے کی تصدیق ہو سکتی ہے۔ ہم نے اپنے مقاصد اور اپنے طرزِ عمل سے بتا دیا ہے کہ ہم ہندی سے بھی اِتنا ہی پریم رکھتے ہیں جتنا اُردو سے ہمیں لگاؤ ہے۔ ہماری انجمن کا ایک سیکرٹری ہندی سبھا کا بھی سیکرٹری ہے۔ ہم نے انجمن کے اسٹیج پر خود ہندی نظمیں پڑھیں اور ہندو شعرا کو دعوت دے کر ہندی نظمیں پڑھوائیں اور ہمیشہ ہندی "کویوں" کو ہم عزت کے ساتھ اپنے جلسوں میں بلاتے ہیں اور ہندی سبھا کے جلسوں میں ہم شریک ہوتے ہیں۔ ہم نے اپنے لیکچروں میں "نڈرتا" کے ساتھ یہ اعتراف کیا ہے کہ اُردو زبان موجودہ صُورت میں ہندوستان کی ملکی زبان نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ اس میں سے پچاس فیصدی عربی کے مشکل الفاظ نکال کر اُسی قدر ہندی کے رسیلے شبد نہ داخل کئے جائیں۔ اور اِس کی صُورت یہ ہے کہ اُردو اور ہندی دونوں زبانوں کی تعلیم اسکول میں ہر طالب علم کے لئے لازمی کر دی جائے۔ غرضیکہ ہم نے ہندی کے ساتھ اس قدر پریم کا اظہار کیا کہ ایک اسلامی رسالہ ہمیں "مہاشہ تاجور" لکھنے لگا ہے۔ لیکن اس رواداری

کا یہ اثر ہے کہ ارباب علم کے شاندار جلسوں میں زیادہ شریک ہونیوالے ہندو - زیادہ نظمیں پڑھنے والے ہندو - اچھے پڑھنے والوں میں زیادہ ہندو حضرات ہیں +

**انجمن ارباب علم کی ہر دلعزیزی اور جاذبیت** | انجمن ارباب علم مُلک کے ہر طبقہ میں ہر دلعزیزی حاصل کر چکی ہے - پبلک میں اسکے جلسوں کا پُرشوق نظروں سے انتظار کیا جاتا ہے - کبھی کبھی ایسا ہُوا ہے کہ انجمن کے جلسہ کا اعلان ہونے کے بعد عین جلسہ کے دن لاہور میں مُلک کے منتخب قومی لیڈروں کی آمد ہُوئی اور لاہور کانگریس کمیٹی کی جانب سے اُسی دن لیڈروں کیلئے جلسہ کیا گیا - ہمارے جلسے اور پولیٹکل جلسے کا وقت بھی سوءِ اتّفاق سے متصادم ہو گیا - کبھی کبھی کسی مشہور مذہبی مقتدا کا لیکچر ہمارے جلسے کے وقت میں ہوا - لیکن کبھی ایسا نہیں ہوا کہ پہلے یا دُوسری قسم کے جلسے انجمن کے جلسوں کی رونق گھٹانے کا باعث ہوئے ہوں - گذشتہ جلسہ منعقدہ ۱۸ جنوری ۱۹۲۵ء کو انجمن کی جاذبیّت کا مزید ثبوت بہم پہنچا - دو دن سے تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد بارش ہو رہی تھی - جلسے کے دن بارش رہی - عین جلسے کے وقت ترشح شروع ہو گیا - کیچ گارے کے سبب سڑکیں ناقابلِ گذر تھیں - سخت سردی اور اس پر ناگوار ٹھنڈی ہوا کی تیزی ان سب پر طرّہ یہ کہ جلسہ کا ٹکٹ داخلہ مفت نہ تھا - ایسی صُورت میں جلسہ کی کامیابی تو درکنار جلسہ کے انعقاد ہی کا کوئی امکان نظر نہ آتا تھا لیکن مجوّزہ وقت پر حاضرین کا بدستورِ سابق اس قدر ہجوم ہُوا کہ ایس - پی - ایس کے

وسیع ہال میں کھڑے ہونے کو جگہ نہ تھی۔ مجبوراً ٹکٹ بند کرنا پڑا۔ ہمارے جلسوں کا دائرہ کشش لاہور کے علاوہ فیروزپور۔ گوجرانوالہ۔ امرتسر جالندھر۔ لدھیانہ تک پر حاوی ہے۔ شائقین ہر جلسہ میں ان مقامات سے صرف جلسہ کے لئے سفر کرکے آتے ہیں ؎

## ہمارے ادبی جلسوں کی اہمیت

دارالسلطنت لاہور اس وقت مرکزِ علوم و اہلِ علم بن رہا ہے۔ آج جتنے اہلِ قلم اور مشاہیرِ ادب یہاں موجود ہیں کسی پورے صوبے بھر میں نہ ملینگے۔ ہم کوشش کرکے قریب قریب سب کو شریکِ جلسہ کرتے ہیں۔ جلسہ میں عمائدِ شہر وکلا۔ بیرسٹر کالجوں کے طلبہ اور پروفیسر حکومت کے اراکین اور قومی لیڈر۔ رسائل اور اخبارات کے ایڈیٹر غرضیکہ ہر جماعت اور ہر طبقہ کے ممبر ہوتے ہیں۔ ان خصوصیات کے علاوہ جن ادبی پابندیوں کے ساتھ جلسہ ہوتا ہے اُنہیں دیکھتے ہُوئے کہا جا سکتا ہے کہ ایسا اہم اور مفید ادبی جلسہ ہندوستان بھر میں نہیں ہوتا۔ اخبارات اور اہلِ قلم اس کا اعتراف کر چکے ہیں" ؎

انجمن کے لائف پریزیڈنٹ سر عبد القادر بالقابہ نے انجمن کے شاندار جلسوں کی بابت جس رائے کا اظہار کیا ہے اُسے ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

"مجھے بھی اس انجمن کے قیام سے دو سال بعد اسمیں شرکت کا موقعہ ملا اور اس وقت سے وہ تعلّق مسلسل قائم ہے۔ اس انجمن کی جو بات مجھے دل سے پسند آئی وہ یہ تھی کہ اس نے مذہبی اور سیاسی مخمصوں سے اپنے آپ کو ہمیشہ الگ رکھنے کی کوشش کی اور خالص ادبی خدمت کو پیش نظر رکھا۔ اس کے

کارکنوں میں ہر مذہب و ملت کے آدمی ہر وقت موجود رہے۔ بلکہ جو لوگ اپنا کلام وہاں پڑھتے رہے اُن میں بھی ہندو۔ مسلمان۔ سکھ سب شامل تھے۔ مجمع میں بھی ہمیشہ یہی شان نظر آتی رہی۔ بوڑھے جوان۔ انگریزی خوان اور اُردو خوان۔ سرکردہ رہنمایانِ قوم اور ہونہار طلبہ۔ کیا ہندو کیا مسلمان سب ذوق شوق سے شریک ہوتے ہیں اور حاضرین کی تعداد ہر جلسہ میں پہلے سے زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ صدارت کے لئے بھی جہاں بعض معزز مسلمان منتخب ہوتے رہے ہیں۔ متعدد ہندو ماہرانِ سخن کا انتخاب ہوا۔ گویا اس انجمن نے اُردو زبان کی خدمت کا شوق رکھنے والوں کے مختلف طبقوں کو یکجا کر کے اِس ذریعہ سے مُلک کی بہتری کی عملی کوشش کا موقعہ دیا"۔

مُلک کے مقتدر اخبارات۔ رسائل اور سربرآوردہ رہنماؤں نے انجمن کی غیر معمولی ادبی خدمات کا متفقہ اعتراف کیا ہے۔ اُردو شاعری کے متعلق انجمن کے اصلاحی پروگرام کو مدنظر رکھ کر مُلک کے شعرا نے ہندی۔ پنجابی۔ عربی اور انگریزی کے خوشگوار اوزان میں اُردو نظمیں کہیں۔ انجمن کی مجلس نظم کے نائب صدر خواجہ دل محمد صاحب ایم۔ اے پروفیسر اسلامیہ کالج نے پنجابی اور ہندی بحروں میں نہایت دل آویز اُردو نظمیں کہیں۔ خواجہ صاحب کے ہندی اوزان میں اُردو اشعار کا ایک قابلقدر مجموعہ عنقریب شائع ہونے والا ہے۔ حضرت حفیظ نے ہندی۔ پنجابی اوزان میں بہت اچھی مقبول عام نظمیں کہیں۔ یہ نظمیں اکثر رسالوں میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ مولوی عظمت اللہ خاں مرحوم دہلوی۔ مسٹر حامد اللہ افسر میرٹھی۔ حضرت اختر شیرانی اور بہت سے ممتاز سحر نگاروں نے اُردو شاعری

کی غیر فطری پابندیوں سے آزاد ہو کر نہایت بلند نظمیں کہیں۔ علامہ کیفی دہلوی نے انجمن کے اس پروگرام کو مُلک میں کامیاب بنانے میں رہنمایانہ حصہ لیا۔ علامہ کیفی داغ و حالی کی بزم ادب کے رکن رکین ہیں لیکن اُنھوں نے اُردو شاعری کو ترقی یافتہ زبانوں کی شاعری کے ہمعنان بنانے میں دُوسرے کہنہ سال و فرسودہ خیال ادیبوں کے قدامت پرستی کے تعصب سے الگ تھلگ رہ کر جس روشن خیالی و مآل اندیشی سے کام لیا اس میں اُن کا حریف نحز مولینا وحیدالدین سلیم مرحوم کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے ٭

انجمن ارباب علم پنجاب کے اصلاحی پروگرام کے زیر اثر اُردو کی جدید شاعری کے تیسرے دَور کی تعمیر ہُوئی اور ہو رہی ہے۔ پنجاب کا صوبہ چُونکہ انجمن ارباب علم کی ادبی تحریکات کا پہلا اور قریبی مخاطب ہے اِس لئے اس صُوبے کی اُردو شاعری دُوسرے صُوبوں کی بہ نسبت زیادہ ہمہ گیری اور آزاد روی اختیار کر چکی ہے۔ ادھر اخبارات اور ادبی رسائل کے ذریعہ دُوسرے صُوبوں کے اہلِ قلم پر بھی غیر محسوس طور پر اِن مفید تحریکات کا اثر ہو رہا ہے۔ دورِ دوم کے سحر نگار بھی دورِ حاضر کی آزاد نگاریوں سے متاثر ہو چکے ہیں ٭

اِس واقعیت سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ اب اُردو کے منتخب رسالوں میں بے قافیہ نظمیں۔ ہندی۔ پنجابی۔ انگریزی بحروں میں کہی ہُوئی نظمیں۔ ایسی نظمیں جنمیں محبوبِ مخاطب مرد کی بجائے کوئی عورت ہو۔ ایسی مخلوط اوزان کی نظمیں جو دو دو تین بحروں میں کہی گئی ہوں۔

بے تکلف شائع ہوتی رہتی ہیں اور بغیر توحشِ نظری کے پڑھی جاتی ہیں بنا بریں یہ دعوے بے حقیقت نہیں ہے کہ اس پہلو میں انجمن ارباب علم پنجاب کرامت کی حد تک کامیاب ہوئی +

## دَورِ سوم کی خُصُوصیّات

۱ - اُردو شاعری نے اسلوب بیان میں بلند معیاری حاصل کی +

۲ - اُردو شاعری کی مروّجہ بحور پر دوسری زبانوں کی شاعری کی خوشگوار بحروں کا اضافہ ہوا +

۳ - ردیف و قوافی کی غیر فطری پابندیاں کم ہوئیں اسی کے ساتھ بے قافیہ نظموں نے رواج پایا +

۴ - مخلوط اوزان میں نظمیں کہی گئیں +

۵ - مستی - آرسی - زلف و خال - محرم و پازیب - آنچل اور گھونگٹ کے غیر متین الفاظ اور بازاری جذبات سے اُردو شاعری پاک ہو کر متین اور بلند خیالات کی سرمایہ دار بنی +

۶ - اس دَور میں سیاسی تحریکات کے زیر اثر ملّی اور وطنی نظمیں اس افراط سے کہی گئیں کہ اُردو کے منظوم لٹریچر میں ایک انبار کا اضافہ ہوا +

اِس دَور کی اِن اہم خصوصیات کو دفعات میں تقسیم کرنے کے بعد تاریخ ادب سے ایک خیانت ہوگی اگر یہ نہ بتادیا جائے کہ ان زرّینیوں کے ساتھ اِس دَور کے چہرے پر کچھ بدنُما نقوش بھی ہیں جنہیں تنقیدی نگاہ نظر انداز

نہیں کر سکتی۔ اِس دور میں اُردو نثر کے بدنام "ادب لطیف" نے نظم میں "شبابیات" کی معصیت افروز صورت اختیار کر لی ہے۔

بعض شعرا نے بہیمانہ جذبات کو اس درجہ مادرزاد برہنگی کے ساتھ نظم کیا ہے کہ اُنکی عریاں نگاری نوجوانوں کے لئے معجون فلک سیر سے بڑھ کر غارت گرِ ذوق وادراک ثابت ہوئی ہے۔ یہ ملعون اور مہیج جذبات شاعری بھی تباہ کن حد تک سرسبز ہوئی اور ہو رہی ہے۔ پریس ایکٹ کی زد میں آنے والی فحش ریز نظموں کا بدقسمتی سے ایک مستقل لٹریچر فراہم ہو چکا ہے۔

اُردو شاعری کی یہ بدنمائی اخلاقی و تہذیبی نقطۂ نظر سے متعلق تھی۔ دوسری خرابی جس کا اثر ذوقِ تنقید و مذاقِ شعری کے لئے ہلاکت آفرین ثابت ہو رہا ہے شعرا کی نغمہ طرازی اور گلے بازی ہے۔ اِس میں شک نہیں کہ ایک بلند پایہ نظم جب مترنم آواز میں پڑھی جائے تو اُس کا لطف دوبالا سہ بالا بلکہ بست بالا ہو جاتا ہے لیکن یہی بست بالائی شاعر کو اکثر حالات میں برخود غلط بنا کر بے راہ رو اور سامعین کو مذاقِ تنقید سے عاری بھی کر دیتی ہے۔

اِس دعوے کی دردناک تصدیق میں آجکل کی مجالسِ سخن پیش کی جا سکتی ہیں۔ جن میں ایک اچھی سے اچھی نظم جو تحت اللفظ پڑھی جائے اکثر اوقات قہقہوں کی نذر ہو جاتی ہے اور ایک مبتذل سے مبتذل عامیانہ جذبات اور فن کی غلطیوں سے لبریز نظم شاعر کی حسین آواز میں تحلیل ہو کر مجلس کو زیروزبر کر دیتی ہے۔ اِس سلسلے میں ابتذال اور بدذوقی کی ہمہ گیر لعنت کا دردناک مظاہرہ لاہور کی ایک ادبی مجلس کا وہ جلسہ تھا جس میں طبلے سارنگی کے ساتھ

کرایہ پر خوش گلو میراثی بھی فراہم کئے گئے تھے *

اِس خرابی کا دُور رس اثر یہ ہو رہا ہے کہ خوش گلو شعرا کی خام کارانہ غلطیاں خونِ فاسد کی طرح اُردو شاعری کے شرائین میں پیر گئی ہیں کیونکہ کم سواد اُردو خوانوں نے اُردو شاعری کے متعلق اپنے مزعومات کو منطقی طور پر اس "شکلِ اول" میں تبدیل کر رکھا ہے۔ کہ :-

ہر خوش آواز شاعر ہے اور ہر شاعر قابلِ استناد

جدید اُردو شاعری کے ادوارِ سہ گانہ پر ایک سرسری نظر ڈالنے کے بعد ہم اُردو مرکز کی منتخبہ اُردو نظموں کی بابت کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں :-

ہم نے نوعیتِ مضمون کی بنا پر اُردو نظموں کو عنوانات میں تقسیم کر کے سات جلدوں میں ترتیب دیا ہے۔ مثلاً ایسی نظموں کا مجموعہ جن میں نظم نگار نے کسی نہ کسی انسانی جذبہ کی ترجمانی کی ہے "تصویرِ جذبات" کے نام سے دو حصوں میں ترتیب دیا گیا ہے *

ایسی نظمیں جنمیں کسی واقعہ۔ کسی چیز۔ کسی منظر کی محاکاتی نقطۂ نظر سے تصویر کھینچی گئی ہے "تصویرِ مناظر" کے نام سے تین جلدوں میں شائع کی جا رہی ہیں۔

ایسی نظمیں جنمیں مذہب و ملت، روحانیت۔ اتحاد بین الملل و بین المذاہب موعظت و اخلاق کا رنگ جھلکتا ہے "روحانیات" کے نام سے ایک جلد میں اور ایسی نظمیں جن میں دوست و احباب۔ عزیز و اقارب۔ ملک و ملت کے رہنماؤں۔ سلاطین خرقہ پوش و تاجدارانِ عشرت کوش کی آنجہانی یا این جہانی شخصیتوں پر کسی نہ کسی پہلو سے عقیدت و ارادت یا رنج و غم کا اظہار کیا گیا ہے۔

"مدائح و مراثی" کے نام سے ایک جلد میں شائع کی جا رہی ہیں ؎

ایک نوعیت اور ایک مضمون کی تمام فراہم کردہ نظموں کو الگ الگ ایک سلسلے میں ترتیب دینے سے مقصد یہ ہے کہ ناظرین وناقدین کو اِس طریقے سے اُردو شاعری کے مدارجِ ارتقا کا صحیح اندازہ ہو سکیگا ۔

اِسی نقطۂ نظر نے ہمیں مجبور کر دیا کہ اُردو مراثی میں سے اُن منتخب حصّوں کو جن میں میدانِ کربلا کے خونیں مناظر کی تصویر کشی کی گئی ہے الگ کر کے "تصویرِ مناظر"[1] کی تیسری جلد مرتب کریں ۔ اور اُن حصّوں کو جنمیں شہدائے کربلا علیہم السّلام کے انسانیت افروز جذبات کو بیان کیا گیا ہے فراہم کر کے تصویرِ جذبات کی جلد سوم ترتیب دیں ۔ حالانکہ اُردو مرثیہ نگاری اپنی ابتدا ۔ عروج اور کمال کے مرحلے طے کر کے تقریباً اپنے انجام کو اُردو نظم نگاری سے ہمکنار کر دیتی ہے ۔

اِسی مجبوری سے ہمیں متقدمین شعرا کی منظومات کے محاکاتی و جذباتی حصّوں کو اُردو مرکز کے "تصویرِ جذبات" و "تصویرِ مناظر" کے مجلدات میں شامل کرنا پڑا ۔ تاکہ اُردو شاعری کی پُوری زندگی کے کارنامے اپنی اپنی نوعیت کے اعتبار سے جُدا جُدا سلسلوں میں ایک ہی جگہ فراہم ہو سکیں ؎

# اُصولِ انتخاب

کہا جاتا ہے کہ "دیوان حماسہ" کے مؤلف مشہور عربی شاعر ابو تمام کو اپنی شاعری سے وہ شہرت نصیب نہیں ہوئی جو عظمت اُسے شعرا کے طبقے

[1] ۔ یہ جلد ابھی زیرِ کتابت ہے ۔ انشاء اللہ تعالےٰ اُردو مرکز کی دُوسری قسط کے ساتھ شائع ہوگی ۔ ۱۲

ہیں عربی شاعری کے اُس انتخاب سے حاصل ہوئی جسے اُس نے "دیوان حماسہ" کی صورت میں ترتیب دیا +

اِس کے معنی یہ ہیں کہ ایک شاعر کی بہ نسبت ایک انتخاب کرنیوالے کی ذمّہ داری بہت زیادہ ہوتی ہے۔ یہ اگر صحیح ہے تو ہم ابتدا ہی میں بلا کراہت یہ اعتراف کئے لیتے ہیں کہ ہمارے عملِ انتخاب کے لئے ابوتمام کی تاریخ اپنے آپ کو دُہرانے کی زحمت گوارا نہیں کریگی +

اور انصاف یہ ہے کہ وہ کیوں یہ زحمت کرے؟ جبکہ ہم علم و ادب کے اُس دورِ انحطاط سے دوچار ہیں جس میں تنقید سے بڑا جرم اور نقاد سے بڑا مجرم اور کوئی نہیں ہے۔ اِسی کے ساتھ اتنا غیر مآل اندیشانہ ایثار ہم میں بھی نہیں ہے کہ فرعونیت کی اس فضا میں ابوتمام بننے کے خطرات مول لے کر اُردو شاعری کے انتخاب سے ایک دیوان حماسہ مرتب کریں۔ تاہم اتنا ضرور عرض کرینگے کہ راہِ انتخاب میں جہاں جہاں ہمیں مروّت اور مصلحت کی قربان گاہیں ملیں ان کے سامنے سرِ عقیدت خم کرتے ہوئے میر تقی کی بد دماغی کو مشعلِ راہ بنا کر منزلِ مقصود تک پہنچے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ اثنائے انتخاب میں مروّت اور مصلحت کو ہم قاطبتہً نظر انداز نہیں کر سکے اور نہ ایسا کر سکتے تھے۔ اور ہمارا خیال ہے کوئی بھی جسے اس دُنیا میں زندگی دُوبھر نہیں ہے ایسا نہیں کر سکتا +

لیکن مستثنیات سے قطع نظر کرتے ہوئے ہم خیال کرتے ہیں کہ ہم نے اِن مجلدات کے پیکر میں اجسامِ نظم کی روحیں کھینچ کر بند کر دی ہیں +

ایک خاص بات جس پر ہم حضرات نقّادانِ سخن کو متوجّہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ہے کہ کسی نظم کی بابت ہمارے انتخاب کا حسن و قبح عام حالات میں اُس نظم کی مجموعی حیثیت سے متعلق ہو سکتا ہے اُس کے ہر ہر شعر کو انتخابی اُصول پر منطبق کرنا دشوار بھی ہے اور بیجا بھی۔ کیونکہ نظم میں تسلسلِ خیال و توحّد مفہوم کے سبب اُس کے اشعار عموماً ایک جسم کے مختلف اعضا کی طرح اُس کے لئے ضروری ہوا کرتے ہیں۔ پھر اگر ایک اچھی نظم میں سے اُسکے کمزور اشعار نظر انداز کر دئے جائیں تو اکثر نظم مہمل اور اعضا بریدہ جسم کی طرح ذوقِ نظر کے لئے بھیانک بھی بن جاتی ہے۔

اور یہ بھی دل گوارا نہیں کرتا۔ کہ دو چار کمزور اشعار کی بنا پر ایک دلکش نظم کو چھوڑ دیا جائے کیونکہ اِس اُصول کی پابندی کی جائے تو اُردو شاعری میں مشکل ہی سے دو چار نظمیں ایسی ملینگی جو تفصیلی تنقید کی متحمّل ہو سکیں ؛

بنا بریں ہم نے اُس نظم کو انتخاب میں لے لیا ہے جس کے دو چار اشعار کمزور تھے مگر نظم بحیثیتِ مجموعی اپنے اندر کوئی دلکشی رکھتی تھی۔ اسی کے ساتھ جہاں جہاں ہمیں یہ معلوم ہوا کہ کمزور اشعار کو نظر انداز کر کے نظم کے تسلسل کو قائم رکھا جا سکتا ہے وہاں ہم نے قلم کو نشتر بنانے کی فرصت ضائع نہیں کی ہے۔ البتّہ مشاہیر اساتذہ کی متعدد اور بعض احباب کی چند نظموں کے انتخاب میں ہم تفصیلی تنقید کی ذمّہ داریوں سے سبکدوش نہیں ہو سکے۔ اِس امر میں کہیں اپنی مصلحت۔ کہیں اُن کی شہرت اور کہیں کہیں دونوں کی مروّت ہماری راہ میں حارج ہو ہو گئی ہے ؛

# تصاویر

اہل قلم کی تصاویر کی فراہمی میں جن مشکلات کا ہمیں سامنا کرنا پڑا اس سلسلے میں جیسے جیسے لوگوں سے واسطہ پڑا اُسے بس ہمیں جانتے ہیں۔ اکثر حضرات نے تو "بس کیا اور میری تصویر کیا" کے انکسار نما غرور کے سبب ہمارے تصویر خانے کو اپنے جلوؤں سے محروم کر دیا۔ کچھ ایسے اہلِ قلم بھی نکلے جو اپنی تصویر کی اشاعت کو قدرت کے ایک اہم راز کے افشا ہونے کا مرادف تصوّر کیے ہُوئے ہیں۔ بعض مرحومین نے ایسے ورثہ ترکے میں چھوڑے ہیں کہ وہ یا تو اپنے سوا اُن کی کوئی یادگار باقی رکھنا پسند نہیں کرتے یا پھر اُن کی تصویر کو اُن کی زندگی سے بھی زیادہ گراں بہا تصوّر کر کے تختِ طاؤس کی برابر قیمت طلب کرتے ہیں۔ کچھ لاأبالی مزاج حضرات ایسے مفقود الخبر ہو گئے ہیں کہ اُن کا پتہ نہ آبادی میں ملتا ہے نہ قبرستان میں۔ مذکورہ بالا نوعیت کے حضرات کی تصاویر سے بوجوہاتِ مندرجہ یہ مجلّدات خالی ہیں +

# شکریۂ التفات

اُن سحر نگاروں کا شکریہ ادا کرنا نہایت ضروری ہے جنکے نادر افکار اور پاکیزہ کلام سے ان مجلدات کو وقعت و اہمیت حاصل ہوئی۔ اُن مقتدر ادبی رسائل۔ اخبارات۔ مصنّفین و مؤلّفین کی گرانمایہ امداد کا شکر گذاری کے ساتھ اعتراف کرتے ہیں جنکی بے پایاں توجہات سے ہم ان مجلّدات کو ترتیب دے سکے۔ آغا طاہر دہلوی نبیرۂ مولینا آزاد۔ آغا اشہر لکھنوی

مؤلّف حیات رشید اور رسالوں میں ہمایوں اور قوس قزح کا شکریہ بھی ضروری ہے جن کے ذریعہ ہمیں کئی شعرا کی تصاویر اور بلاک میسّر ہوئے ٭

مسٹر غلام سرور آرٹسٹ اور لالہ موہن لال آرٹسٹ نے دُھندلی اور مٹی ہوئی تصاویر کو جس صنعت سے اُجاگر کیا اُسکے لئے یہ حضرات بھی شکریہ کے مستحق ہیں ٭

اخیر میں میسرز عطر چند کپور اینڈ سنز کی فرم کی اُس اولعزمی اور فراخ ہمّتی کا اعتراف نہ کرنا سخت ناسپاسی ہوگی جس کے سبب اُردو مرکز اپنی ناچیز ادبی خدمات کو ہدیۂ اربابِ نظر بنا سکا ٭

پہلے یہ بتایا جا چکا ہے کہ منتخب اُردو نظموں کو نوعیّتِ مضامین کے مطابق تقسیم کر کے جُدا جُدا سلسلے میں ترتیب دیا گیا ہے۔ اُردو مرکز کی پہلی قسط کے ساتھ حسب ذیل سات جلدیں شائع کی جاتی ہیں :۔

| تصویرِ مناظر | تصویرِ جذبات | روحانیات | مدائح و مراثی |
|---|---|---|---|
| ۳ جلد | ۲ جلد | ایک جلد | ایک جلد |

باقی جلدیں زیر ترتیب اور کُچھ زیر کتابت ہیں وہ دوسری قسط کے ساتھ شائع ہونگی ۔ انشاءاللہ تعالےٰ ٭

## آخری گذارش

اِن نظموں کی فراہمی میں ہم نے امکانی تجسّس و تفحّص سے کام لیا ہے۔

شعرا کے کلیات ۔ اُردو رسائل ۔ اخبارات اور قلمی بیاضوں سے ہمیں بہت کچھ مواد حاصل ہُوا ۔ اِس کے علاوہ اکثر شعرائے گرامی قدر نے ہماری درخواست پر اپنی تصاویر اور اپنا منتخب کلام عنایت فرما کر ہمیں مرہونِ الطاف فرمایا ۔ پھر بھی بہت ممکن ہے کہ کچھ اچھی نظمیں ہمارے ذوقِ جستجو کو اپنے حصول میں ناکام بنا چکی ہوں ۔

اگر کچھ ایسی نظمیں ہیں جو ہماری دسترس سے باہر رہیں یا کچھ ایسے سخن نگار ہیں جو عزلت افروزی کے سبب ہماری متجسس نگاہوں سے رُوپوش ہو گئے ہیں تو ہماری اِس نارسائی سے ناظرین کشیدہ خاطر نہ ہوں کیونکہ ہمارا کام ختم نہیں ہو چکا بلکہ اب شروع ہُوا ہے ۔

تاجور
چیف ایڈیٹر اُردو مرکز لاہور

# فہرست

# تصویر جذبات

## جلد اوّل


| صفحہ | عنوان | شاعر | نمبر شمار |
| --- | --- | --- | --- |
| ۱ | جسے چاہو سمجھ لو | شمس العلما مولانا محمد حسین آزاد دہلوی | ۱ |
| ۲ | بربادی خانماں | شمس العلما علامہ شبلی نعمانی | ۲ |
| ۵ | عالم خیال | مولانا احمد علی شوق قدوائی لکھنوی | ۳ |
| ۸ | نیرنگ جمال | 〃 〃 〃 〃 〃 | ۴ |
| ۱۳ | شمع مزار | حضرت نادر کاکوروی | ۵ |
| ۱۴ | شب تنہائی | 〃 〃 〃 〃 | ۶ |
| ۱۶ | شاعر کی قبر | 〃 〃 〃 〃 | ۷ |
| ۱۷ | حسرت شباب | منشی درگا سہائے سرور جہان آبادی | ۸ |
| ۱۹ | یاد طفلی | 〃 〃 〃 〃 〃 | ۹ |
| ۲۱ | تصویر درد | ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم اے۔ پی ایچ۔ ڈی۔ ایم ایل سی پنجاب | ۱۰ |

| نمبر شمار | شاعر | عنوان | صفحہ |
|---|---|---|---|
| ۱۱ | ڈاکٹر سر شیخ محمد اقبال ایم۔اے پی۔ایچ۔ڈی۔ایم۔ایل سی | گورستانِ شاہی | ۲۲ |
| ۱۲ | 〃 〃 〃 | ایک آرزو | ۲۳ |
| ۱۳ | 〃 〃 〃 〃 | بچہ اور شمع | ۲۴ |
| ۱۴ | 〃 〃 〃 〃 | محبت | ۲۵ |
| ۱۵ | 〃 〃 〃 〃 | حقیقتِ حسن | ۲۶ |
| ۱۶ | 〃 〃 〃 〃 | رخصت اے بزم جہاں | ۲۷ |
| ۱۷ | 〃 〃 〃 〃 | چاند | ۲۸ |
| ۱۸ | 〃 〃 〃 〃 | اخترِ صبح | ۳۰ |
| ۱۹ | 〃 〃 〃 〃 | انسان | ۳۰ |
| ۲۰ | 〃 〃 〃 〃 | تنہائی | ۳۱ |
| ۲۱ | 〃 〃 〃 〃 | ستارہ | ۳۲ |
| ۲۲ | 〃 〃 〃 〃 〃 | شمع اور شاعر | ۳۲ |
| ۲۳ | حضرت اصغر گونڈوی | بے خودی | ۳۳ |
| ۲۴ | 〃 〃 〃 | بے خبری | ۳۴ |
| ۲۵ | 〃 〃 〃 | سترِ فنا | ۳۵ |
| ۲۶ | پنڈت میلارام وفا ایڈیٹر بھارت | ڈیک | ۳۷ |
| ۲۷ | 〃 〃 〃 〃 | شامِ غربت | ۳۸ |

| نمبر شمار | شاعر | عنوان | صفحہ |
|---|---|---|---|
| ۲۸ | منشی تلوک چند محروم بی اے | حرمانِ نصیب بیوہ | ۳۹ |
| ۲۹ | " | سرورِ ازل | ۴۰ |
| ۳۰ | " | شبِ غم | ۴۲ |
| ۳۱ | چکبست | رامائن کا ایک سین | ۴۳ |
| ۳۲ | مولینا غلام بھیک نیرنگ بی اے ایل ایل بی | مقصودِ الفت | ۵۰ |
| ۳۳ | " | خوابِ ناز | ۵۱ |
| ۳۴ | مولینا عبد المجید سالک بی اے۔ | ستارۂ سحر | ۵۲ |
| ۳۵ | " | تنہائی | ۵۴ |
| ۳۶ | " | پیامِ حافظ | ۵۵ |
| ۳۷ | مولینا حامد علیخاں صاحب بی اے (ننشیل) | ہجومِ جلوہ | ۵۷ |
| ۳۸ | تسکین | نوائے عشق | ۵۸ |
| ۳۹ | مولینا غلام رسول مہر بی اے "مدیر انقلاب" | رخصت اے ہندوستاں | ۵۸ |
| ۴۰ | شاکر | حسرتِ پرواز | ۶۰ |
| ۴۱ | حضرت نظیر لدھیانوی | تلاشِ سکوں | ۶۲ |
| ۴۲ | " " " | تضمین | ۶۲ |
| ۴۳ | " " " | اگر میں اختر افلاک ہوتا | ۶۳ |
| ۴۴ | " " " | عورت سے خطاب | ۶۵ |
| ۴۵ | " " " | عشق | ۶۶ |

| نمبر شمار | شاعر | عنوان | صفحہ |
|---|---|---|---|
| ۴۶ | حضرت نظیر لدھیانوی | مومنہ و دوشیزہ | ۶۶ |
| ۴۷ | مولانا سیماب اکبرآبادی ایڈیٹر پیمانہ | پرستارہ | ۶۸ |
| ۴۸ | جناب ولی | عشرتِ امروز | ۶۹ |
| ۴۹ | خان بہادر سید علی محمد صاحب شاد عظیم آبادی | نیرنگِ خواب | ۷۰ |
| ۵۰ | حضرت ارشد تھانوی | مفہوم خاموشی | ۷۱ |
| ۵۱ | حضرت سحر ایم اے۔ | غریب کسان | ۷۲ |
| ۵۲ | میاں تصدق حسین خالد ایم اے ای۔اے۔سی | انسان | ۷۳ |
| ۵۳ | 〃 〃 〃 〃 | میں اور تو | ۷۴ |
| ۵۴ | سید عابد علی صاحب عابد۔ بی اے ایل ایل بی پلیڈر گجرات | شباب | ۷۴ |
| ۵۵ | 〃 〃 〃 〃 〃 | نغمے کی تخلیق | ۷۵ |
| ۵۶ | 〃 〃 〃 〃 〃 | ایک تصویر کو دیکھ کر | ۷۶ |
| ۵۷ | 〃 〃 〃 〃 〃 〃 | مصوّر | ۷۷ |
| ۵۸ | 〃 〃 〃 〃 〃 | شاعر | ۷۸ |
| ۵۹ | 〃 〃 〃 〃 〃 | ماہ جبینوں کی سیر | ۸۰ |
| ۶۰ | 〃 〃 〃 〃 | شام گرما | ۸۲ |

| نمبر شمار | شاعر | عنوان | صفحہ |
|---|---|---|---|
| ۶۱ | سیّد عابد علی صاحب عابدؔ بی اے۔ ایل ایل بی۔ پلیڈر گجرات | لالۂ صحرا | ۸۴ |
| ۶۲ | " " " " " | میگسار شاعر کا ترانہ | ۸۵ |
| ۶۳ | حضرت عزیزؔ لکھنوی | مئی کا چاند | ۸۶ |
| ۶۴ | حکیم الطاف احمد صاحب آزادؔ انصاری سہارنپوری | رخصتِ شباب | ۸۷ |
| ۶۵ | حضرت جوشؔ ملیح آبادی | فرشتے کی سیر | ۸۸ |
| ۶۶ | " " " " " | شاعر اور مصلح | ۹۰ |
| ۶۷ | " " " " " | نامراد ضعیفہ | ۹۱ |
| ۶۸ | " " " " " | کنکر توڑنے والی عورت | ۹۳ |
| ۶۹ | مرزا احسان احمد صاحب بی اے ایل ایل بی | عرضِ تمنّا | ۹۵ |
| ۷۰ | حضرت اوجؔ گیاوی | گورِ غریباں کی شام | ۹۶ |
| ۷۱ | سید محمد فاروق صاحب | ہلالِ عید | ۹۷ |
| ۷۲ | جناب مولوی سیّد ولی شاہ بمبئی بی اے انسپکٹر مدارس | کوئل سے خطاب | ۹۸ |
| ۷۳ | حضرت ساغرؔ نظامی | بادل کا نغمہ | ۹۸ |
| ۷۴ | مرزا انجم آفندی | محویت کے چند لمحے | ۱۰۰ |

| نمبر شمار | شاعر | عنوان | صفحہ |
|---|---|---|---|
| ۷۵ | شیخ روشن دین مسلمؔ بی اے ایل ایل بی وکیل | شاعر | ۱۰۲ |
| ۷۶ | جناب ناطقؔ مالوی | خواب تمنّا | ۱۰۴ |
| ۷۷ | مسٹر روشن لال نیرّ | ساحرۂ حسن | ۱۰۵ |
| ۷۸ | " " " " | دِل | ۱۰۶ |
| ۷۹ | جناب ہاشمی | حسن مشتہر | ۱۰۷ |
| ۸۰ | نامعلوم | ایک آرزو | ۱۰۸ |
| ۸۱ | پنڈت رشی رام بی اے | دِل | ۱۰۹ |
| ۸۲ | جناب محمود اسرائیلی | راز مسرت | ۱۱۱ |
| ۸۳ | حضرت سعید | عید اور شوہر کی یاد | ۱۱۲ |
| ۸۴ | مسٹر چراغ حسن حسرت ایڈیٹر آفتاب | شاعر کا دل | ۱۱۳ |
| ۸۵ | حضرت فاخر ہریانوی بی اے | عورت اور جوگی | ۱۱۴ |
| ۸۶ | " " " " " | انسان | ۱۱۶ |
| ۸۷ | " " " " " | مدارج حیات | ۱۱۷ |
| ۸۸ | خواجہ دل محمّد صاحب ایم اے پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور | شاعر | ۱۱۹ |
| ۸۹ | " " " " " " | اعتراف محبّت | ۱۲۰ |
| ۹۰ | مسٹر راودسنگھ شائق بی اے ایل ایل بی وکیل | امید | ۱۲۰ |

| نمبر شمار | شاعر | عنوان | صفحہ |
|---|---|---|---|
| ۹۱ | جناب ظہیرؔ | چراغِ محفل | ۱۲۲ |
| ۹۲ | حضرت اخترؔ شیرانی | دعا | ۱۲۲ |
| ۹۳ | 〃 〃 〃 | انجامِ ہستی | ۱۲۳ |
| ۹۴ | جناب رازؔ چاندپوری | گلاب | ۱۲۶ |
| ۹۵ | 〃 〃 〃 | فطرت | ۱۲۷ |
| ۹۶ | مولانا وحید الدین سلیمؔ پروفیسر عثمانیہ یونیورسٹی | افکار | ۱۲۸ |
| ۹۷ | 〃 〃 〃 〃 〃 〃 | جذبات داغؔ مرحوم | ۱۲۹ |
| ۹۸ | خواجہ عبدالسمیع اثرؔ صہبائی بی اے ایل ایل بی وکیل | حسن کائنات | ۱۳۲ |
| ۹۹ | 〃 〃 〃 〃 〃 | پی اور پلا ساقی | ۱۳۳ |
| ۱۰۰ | 〃 〃 〃 〃 〃 | ناکام محبت کے خیالات | ۱۳۴ |
| ۱۰۱ | 〃 〃 〃 〃 〃 | یاد ایام | ۱۳۶ |
| ۱۰۲ | 〃 〃 〃 〃 〃 | دعا | ۱۳۷ |
| ۱۰۳ | چودھری جگت موہن لال صاحب رواںؔ ایم اے سرکاری وکیل اناؤ | معمائے فطرت | ۱۴۰ |
| ۱۰۴ | 〃 〃 〃 〃 〃 | سرودِ عشق ربانی | ۱۴۲ |
| ۱۰۵ | حضرت امین حزیںؔ | بربطِ دل | ۱۴۴ |

| نمبر شمار | شاعر | عنوان | صفحہ |
|---|---|---|---|
| ۱۰۶ | حضرت امین حزیں | بوئے گل | ۱۴۶ |
| ۱۰۷ | " " " | روح محبت | ۱۴۶ |
| ۱۰۸ | " " " | اشک چکیدہ | ۱۴۷ |
| ۱۰۹ | مسٹر حامد اللہ افسر بی اے | جوانی میں جنگل کی سیر | ۱۴۸ |
| ۱۱۰ | " " " " | مسافر | ۱۴۹ |
| ۱۱۱ | حضرت تپش خورجوی مرحوم | پھولوں کی ماں | ۱۵۰ |
| ۱۱۲ | " " " " | ایک صدا | ۱۵۲ |

# آزاد

## جسے چاہو سمجھ لو

قلم مرقع عبرت بنا دکھاتا ہے　　اور ایسے شخص کا اک ماجرا سناتا ہے
کہ سب تمہارا سا تھا کارخانہ اسکے لئے　　یہی ہیں تھی یہی تھا زمانہ اسکے لئے
مٹایا گردشِ گردوں نے آہ نام اُس کا　　نہ آج نام ہے اُسکا نہ کچھ مقام اُسکا

---

جو تم ہو دیکھ رہے وہ یہ سب ہے دیکھ چکا　　جہاں کے شام و سحر روز و شب ہے دیکھ چکا
جو کچھ کہ سہتے ہو تم آج سہ چکا ہے وہ　　جو کچھ کہ آج ہو تم ایسا رہ چکا ہے وہ
مگر میں کیا کہوں مجھکو تو اب یہ رونا ہے　　کہ جو وہ آج ہے اکدن وہ تمکو ہونا ہے

---

یہ روز و شب کے مہ و سال کے حساب ہیں جو　　یہ سال و ماہ جو موسم کے انقلاب ہیں جو
یہ فرش خاک کہ سب کاروبار ہیں جس پر　　یہ ابر و باد کہ سارے مدار ہیں جس پر
یہ سب کچھ اب بھی ہے پر اُسکو کچھ خبر بھی نہیں　　جو ہو تو نفع نہیں گر نہ ہو ضرر بھی نہیں
وہ آپ ہی نہ ہوا پھر جہاں ہوا نہ ہوا　　زمیں ہوئی نہ ہوئی آسماں ہوا نہ ہوا

---

قضا نے لیکے الٰہی کہاں چھپایا اسے　　زمین کھا گئی یا آسماں نے کھایا اسے
فنا کی بزم میں ساقی نے اسکو جام دیا　　مرض کا نام کیا موت کا پیام دیا
طبیب آتے تھے لیکن کوئی دوا نہ چلی　　خود آیا حسن سفارش کو پر ذرا نہ چلی

# شبلی

## بربادیٔ خانماں

وہ برادر کہ مرا یوسفِ کنعانی تھا — وہ جو مجموعۂ ہر خوبیٔ انسانی تھا
وہ کہ گھر بھر کیلئے رحمتِ یزدانی تھا — قوتِ دست و دلِ شبلیٔ نعمانی تھا
جوش اُسی کا تھا جو میرے سرِ پُرشور میں تھا
بل اُسی کا یہ مرے خامۂ پرزور میں تھا

ہم سے بیکاروں کی اک قوتِ عامل تھا وہی — مایۂ عزتِ اجداد کا حامل تھا وہی
مسندِ والدِ مرحوم کے قابل تھا وہی — یوں تو سب اور بھی اعضا ہیں مگر دل تھا وہی
اب وہ مجموعۂ اخلاق کہاں سے لاؤں
ہائے افسوس میں اسحٰق کہاں سے لاؤں

جب کیا والدِ مرحوم نے دنیا سے سفر — گھر کا گھر تھا ہدفِ ناوکِ صد گونہ خطر
بن گیا آپ اکیلا وہ ہر آفت میں سپر — تیر جو آئے گیا آپ وہ اُن کی زد پر
خود گرفتار رہا تا کہ میں آزاد رہوں
اُس نے غم اسلئے کھائے تھے کہ میں شاد رہوں

اُسکا صدقہ تھا کہ ہر طرح سے تھا میں بے غم — گھر کے جھگڑوں سے نہ کچھ فکر نہ کچھ رنج و الم
امن و راحت کے جو سامان تھے ہر طرح بہم — میں تھا اور مشغلۂ نامہ و قرطاس و قلم
اسکے صدقے سے تھی میری سخن آرائی بھی

اسکا ممنوں تھا مرا گوشۂ تنہائی بھی

تازہ تھا دل پہ مرے مہدئ مرحوم کا داغ کہ مرا قوتِ بازو تھا مرا چشم و چراغ
اسکو جنت میں جو خالق نے دیا گنجِ فراغ میں یہ کہتا تھا کہ اب بھی تر و تازہ ہے یہ باغ
یعنی وہ آئینۂ خوبی و اخلاق تو ہے
اٹھ گیا مہدئ مرحوم تو اسحٰق تو ہے

آج افسوس کہ وہ نیّرِ تاباں بھی گیا میری جمعیّتِ خاطر کا وہ ساماں بھی گیا
اب وہ شیرازۂ اوراقِ پریشاں بھی گیا عتبۂ والدِ مرحوم کا درباں بھی گیا
گلۂ خوبئ تقدیر رہا جاتا ہے
نوجواں جاتے ہیں اور پیر رہا جاتا ہے

تجھ کو اے خاکِ لحد آج اجل نے سونپی وہ امانت جو مرے والدِ مرحوم کی تھی
جسکی فطرت میں ودیعت تھی نفاست طلبی نازپروردۂ نعمت تھا بایں سادہ وشی
دیکھنا اڑ کے غبار آئے نہ دامن پہ کہیں
گرد پڑ جائے نہ اس عارضِ روشن پہ کہیں

اسکے اخلاق کھٹک جاتے ہیں دل میں ہر بار وہ شکرریز تبسم وہ متانت وہ وقار
وہ وفا کیشئ احباب وہ مردانہ شعار وہ دل آویزئ خو اور وہ نگہ الفت بار
صحبتِ رنج بھی اک لطف سے کٹ جاتی تھی
اسکی ابرو پہ شکن آکے پلٹ جاتی تھی

حق نے کی تھی کرم و لطف سے اسکی تخمیر خوبئ خلق و تواضع میں نہ تھا اسکی نظیر
بات جو کہتا تھا ہوتی تھی وہ پتھر کی لکیر اسکی اک ذات تھی مجموعۂ اوصافِ کثیر

بسکہ خوش طبع بھی تھا صاحب تدبیر بھی تھا
سچ تو یہ ہے کہ وہ نوخیز بھی تھا پیر بھی تھا

اُسکو شہرت طلبی سے کبھی کام نہ تھا — وہ گرفتار کمندِ ہوس خام نہ تھا
اُسکی ہر بات میں اک لطف تھا ابہام تھا — وہ کبھی مدّعیِ رہبریِ عام نہ تھا
اُسکو مطلوب کبھی گرمیِ بازار نہ تھی
اُسکی جو بات تھی کردار تھی گفتار نہ تھی

اُسکو معلوم جو تھا وسعتِ تعلیم کا راز — اس نے دیکھے تھے جو منزل کے نشیب اور فراز
اُس نے یہ کام نئی طرح کیا تھا آغاز — مگر افسوس کہ تھا راہ میں رخش تگ و تاز
کوششوں کے جو نتیجے تھے اُسے مل نہ سکے
ہائے وہ پھول کہ پھوٹے تھے مگر کھل نہ سکے

آہ بھائی ترے مرنے کے تھے یہ بھی کوئی دن — وہ ترا اوج شباب اور وہ بچے کمسن
مسندِ حلقۂ احباب ہے سونی تجھ بن — تو ہی تھا اب خلف صدر نشینانِ سخن
دن جب آئے کہ تجھے رہبر جمہور کہوں
چرخ اب تجھ سے یہ کہتا ہے کہ مغفور کہوں

یہ بھی اے جانِ برادر کوئی جانے کا ہے طور — اپنے بچوں کی نہ کچھ فکر نہ تدبیر نہ غور
ابھی آنے بھی نہ پایا تھا ترے اوج کا دور — کیا ہوا تجھ کو کہ تو ہو گیا کچھ اور سے اور
چھوڑ کر بچوں کو بے صبر و سکوں جاتا ہے
کوئی جاتا بھی ہے دنیا سے تو یوں جاتا ہے

آہ اے مرگ کسی شے کی نہیں تجھ کو تمیز — تیری نظروں میں برابر ہیں گہر اور پشیز

میں نے مانا ترے نزدیک تھا وہ کوئی چیز — رحم کرنا تھا کہ چھوڑے ہیں کئی اُس نے عزیز
لاڈلے ہیں کہ کسی اور کے بس کے بھی نہیں
اُسکے بچے ابھی سات آٹھ برس کے بھی نہیں

اے خدا شبلی دل خستہ باین موئے سفید — لے کے آیا ہے تری درگہ عالی میں امید
مرنے والے کو نجات ابدی کی ہے نوید — خوش و خرم ہے چھوٹا مرا بھائی یہ جنید
کیا لکھوں قصۂ غم تاب رقم بھی تو نہیں
اب مرے خامۂ پر زور میں دم بھی تو نہیں

# شوق

## عالمِ خیال

ایک عورت کا شوہر پردیس میں ہے
وُہ اُسکی یاد میں محو اپنے خیال سے باتیں کر رہی ہے

آج ادھر مرے خیال کا تو کہاں گیا — دل بھی تیرے ساتھ تھا، تو جہاں جہاں گیا
تو نے رُخ جدھر کیا، دِل کا رُخ اُدھر پھرا — تو پھرا جو پاس سے، دل بھر آیا، سر پھرا
جب سے وہ جدا ہوئے تب سے اُنکا دھیان ہے — اُن سے مجھکو اُنس ہے، اُنہیں میری جان ہے
جا کے پھر مری خبر، کیوں نہ لی ستم کیا — میری یاد میری چاہ، کیوں نہ کی ستم کیا
مجھسے کیوں خفا ہیں وہ پھر گئی نظر تو کیوں — دل نہیں اِدھر تو کیوں، رُخ نہیں اِدھر تو کیوں

میرے رُخ سے دُور ہے، وُہ نگاہ اب کہاں
اُن کا پیار اب کہاں اُن کی چاہ اب کہاں

مَیں وُہی ہُوں یا نہیں، وہ وُہی ہیں یا نہیں
اُنکے دِل کی جانتیں وُہ رہی ہیں یا نہیں

ساون اور یہ گھٹا میں کہیں ہُوں وُہ کہیں
حُسن یہ نہیں کا ہے اور وہ دیکھتے نہیں

ساتھ والیوں کے ساتھ جھولنے کو جاؤں کیا
دِل وہار ہے جہاں بیدلی سے گاؤں کیا

پینگ آئیں جائیں گے، اور ہلے گا دِل مِرا
دِل کے کیا میں گاؤں گی، کیا ملے گا دِل مِرا

کھُل پڑے گی خودبخود، چاہ ہر صدا کے ساتھ
مُنہ سے باہر آئیگی، آہ ہر صدا کے ساتھ

کرتی ہیں جگر کا خون ہمسنیں جو ساتھ ہیں
وہ لگا رہی ہیں آگ جن کے لال ہاتھ ہیں

اور بھی لگائی آگ، ساونی نے پھُول کر
پیڑ پر مری نظر پھر پڑے نہ بھُول کر

جونک بنکے رات دن چُوستا ہے غم لہو
زرد ہو گیا بدن، رہ گیا ہے کم لہو

زیور اب پہن چکی، جی سے اب اُتر چکا
جائے بھاڑ میں سنگار، دِل اب اِس سے بھر چکا

کِس سے ناز اب کروں، میرے ناز اُٹھائے کون
روٹھنے کو روٹھ لوں، لیکن اب منائے کون

کِس سے اپنے دِل کا بھید اب میں کھُل کے کہہ سکوں
کِسکے ساتھ بے جھجک اب میں مِلکے رہ سکوں

مانگتی جو کوئی چیز اُن سے مُسکرا کے میں
ہنستے اُسکو دیکھے وہ، ہنستی اُسکو پا کے میں

دِل میں اب لگی ہے آگ، دل لگی وہ لے گئے
اب ہنسی کا منہ کہاں، سب ہنسی وہ لے گئے

یا تو مجھ سے چھین لے اُنکی یاد اَے خدا
یا تو اُن کو لا کے کر مجھ کو شاد اَے خدا

کام کچھ نہ کر سکا، او خیال جا کے تُو
مجھ سے کچھ نہ کہہ سکا، اُن کا حال آ کے تُو

تُو نے میرے دلکا درد اُنسے کچھ کہا بھی تھا
اُن سے مِلکے تجھکو یاد، میرا غم رہا بھی تھا

کیا میں تجھ سے پُوچھ اٹھی۔ تو پیام بر نہیں
تجھ میں گو رسائی ہے۔ گفتگو مگر نہیں

گفتگو نہ ہو تو خیر، دِل پہ تیرا بس تو ہے
دِل کی دِل کو دے خبر، ہاں یہ دسترس تو ہے

پھر کے اُن کے دل کے گرد، گھر نا منظور تھا ان کے دل کو میری سمت، پھیر نا منظور تھا
اُن کے دل میں میری جا، شاید اب نہیں رہی چھن گئی مری جگہ، اور میں یہیں رہی
کاش او خیال تو اب نہ آئے میرے پاس کاش اُنکی یاد تو، اب نہ لائے میرے پاس
یا مری نظر کو لے، اور اُنکے پاس جا مجھ سے تو بگڑ کے لے اور اُن کے پاس جا
دیکھ لے نظر اُنہیں، دیکھ لیں جگر کو وہ آئے مجھ پہ کچھ ترس، آئیں اپنے گھر کو وہ
گھر کا نام خاک لوں، بن کے یہ بگڑ چکا اِس پہ اوس پڑ چکی، مٹ چکا، اُجڑ چکا
چھت ٹپکتی ہے تو ہو، کون اُسکی لے خبر رو رہی ہوں میں اِدھر، رو رہی ہے وہ اُدھر

---

رنگ خاک میں ملا، خاک رنگ پر چڑھی رنگ اُسی قدر گھٹا، خاک جس قدر بڑھی
میں ہی خاک میں ملی، گھر کی فکر خاک ہو اُن کا ذکر چھوڑ کر، گھر کا ذکر خاک ہو
وہ پلنگ اُنہیں کا ہے، اِس پہ اب رہے تو کون خود ہی آکے وہ رہیں، جا کے یہ کہے تو کون؟
اَٹ گیا ہے خاک میں، گرد ہو گیا پلنگ آئیں وہ تو مجھ سے لیں، اور اِک نیا پلنگ
ذکر کیا پلنگ کا، یہ ذرا سی چیز ہے مجھ کو اپنی جان تک ان سے کب عزیز ہے
راہ اُن کی روک لوں، اب جو اُنکو پاؤں میں پُتلیوں میں دوں جگہ، سامنے بٹھاؤں میں
ایں! یہ بولتا ہے کون، درد جسکے دل میں ہے گرم آتی ہے ہوا، آگ اِسکے دل میں ہے
کوئی آکے پیڑ پر، کہہ رہا ہے "پی کہاں" پی کہیں ہیں، میں کہیں، کیا کہوں ہے جی کہاں
جی یہیں ہیں میں مگر، جی مرا ہے پی کے ساتھ پاس ہوں کہ دور ہوں، ہیں وہ میرے جی کے ساتھ
آئی اُنکی سمت سے، اور بو بھی لائی تو آج او ہوا ضرور، اُن کو چھو کے آئی تو
اُن سے مل کے آئی ہے، آ تری بلائیں لوں تو نے خوش کیا مجھے، لے تجھے دعائیں دوں
جا کے اُنکے پاس پھر، تو جو اُن کو لا سکے درد دل کا جا سکے، چین دل کو آ سکے

او دل اور کیا کروں، تیرے درد کا علاج خط میں لکھ کے بھیجدوں تجھکو اُنکے پاس آج
شرط ہے کہ میرے پاس پھر پلٹ کے آئے تو اپنے خون کی قسم دے کے اُن کو لائے تو

یوں نہ آئیں تو میں لوں شوق کی کشش سے کام
کھینچ کے آئیں اسطرح تو نہ لیں ادھر کا نام

---

# نیرنگِ جمال

"ایک نوجوان نے ریلوے ٹرین میں اسٹیشن پر ایک نوخیز حسین عورت دیکھی یہ اُس کے حُسن پر وارفتہ ہو کے دیکھتا رہا۔ اتنے میں ٹرین روانہ ہو گئی اُسے معلوم نہیں کہ وہ کون تھی، اور کہاں گئی، اب یہ اُسکے حُسن اور اس کی اداؤں کو یاد کر کر کے عشقِ ولولہ انگیز کے خیالات میں محو ہے"

کیا خبر میں ہوں کہاں، آپ میں تو ہوں نہیں
کیا میں ہوں حواس میں، کیا مجھے جنوں نہیں
ہوش کچھ جنوں میں ہے، کچھ جنوں ہے ہوش میں
جوش کچھ سکوں میں ہے کچھ سکوں ہے جوش میں
کیوں جنوں ہے کیا کہوں حسن کے اثر سے ہے
دل پہ حُسن کا اثر، عشق کی نظر سے ہے

کیوں سکوں ہے اس لیئے، تاکہ دل تھما رہے
میرے دل میں، اس کا رُخ، بیٹھ سے جما رہے
یہ جنوں ہے عشق کا، عشق دل کی جان ہے
آ کے عشق جائے پھر، یہ غلط گمان ہے
یہ سکوں ہے جبر کا، اس کا اعتبار کیا
دل تڑپ اُٹھے تو پھر، اس پہ اختیار کیا
یوں ہی دل کو ہے تپش، اور کچھ بڑھے تو پھر
گرمیِ غمِ فراق، بن کے تپ، چڑھے تو پھر
دل بغل میں ہے تو ہو، اب یہ حُسن ہی کا ہے
ہو جنون یا سکون، سب یہ حُسن ہی کا ہے
پھر لیا سکوں کا نام، بہکی او زبان کیوں
عشق اور سکوں! چہ خوش!! وہم کیوں، گمان کیوں
مِل چکی نظر، مگر، ہاتھ مل کے رہ گئی
دُور تک ٹرین کے ساتھ چل کے رہ گئی
کیا خبر، کہ ہجر میں کیا ہو اور کیا نہ ہو
میرے عشق کی خبر اُس کو ہو بھی یا نہ ہو
ترچھی چتونوں سے وہ دیکھتی تھی بار بار
میرے رُخ پہ لی نظر اُس نے تین چار بار
سمجھی ہو گی کچھ ضرور، ہیں شعور کے یہ دن

ابتدا شباب کی ، ہے یہی سمجھ کا سن
مان یُوں کہ سمجھی وہ ، سمجھی بھی تو کیا ہُوا
چشمِ عشق سے نہاں حسنِ خود نُما ہُوا
کون تھی ، کدھر گئی ، دِل کو لیکے چل بھی دی
وار کرکے چل بھی دی ، داغ دیکے چل بھی دی
اُس کے بے حجاب گال اور وہ بے عتاب سُرخ
بال بے بنائے جال ، دیدے بے شراب سُرخ
جا کے لے نظر وہیں ، تم جہاں چھپاؤ دِل
ہر پلک اشارے سے کہتی تھی کہ لاؤ دِل
یوں کھلے لب ، اُن پہ جب مُسکراہٹ آچلی
جیسے نخلِ گل میں ہو کچھ کھلی ہوئی کلی
ہنس پڑی ، تو ہو گئے لعلِ گل فشاں جُدا
جس طرح ہوا سے ہوں گل کی پتّیاں جُدا
صاف صاف اُسکے دانت ، کھل گئے ، چمک پڑے
وہ چمک کہ دانتوں اور موتیوں میں شک پڑے
گال پر شکن بھی کچھ پڑتی تھی ہنسی کے ساتھ
لے رہی تھی وہ شکن ، دِل کو ، دِل لگی کے ساتھ
گال دونوں صاف صاف ، دو سپید پھول سے
رنگ کچھ دبا ہُوا راستے کی دُھول سے

دیدے، اُن میں پُتلیاں پھرتی تھیں اِدھر اُدھر
شام اُدھر، سحر اِدھر، شام اِدھر، سحر اُدھر
کھڑکیاں کُھلی تھیں، اور، وُہ کھڑی تھی ناز سے
شوشے چھوڑتی تھی خوب، چشمِ فتنہ ساز سے
قد کبھی اِدھر جُھکا، سر کبھی اُدھر جُھکا
اِس طرف شجر جھکا، اُس طرف ثمر جُھکا
پڑ رہی تھی ہر طرف وہ نگاہ مست سی
حُسن کی شراب سے تھی، سیاہ مست سی
کچھ لٹیں کُھلی ہوئی، تھیں جبینِ صاف پر
چھوٹی چھوٹی ناگنیں تھیں زمینِ صاف پر
کہہ رہا تھا رُخ کہ ہے ابتدا شباب کی
بڑھ رہی ہے دَم بدَم، دولت آب و تاب کی
اِس کا دِل اُمنگ کا لُطف پا چلا ہے اَب
حُسن کے غرور کا وقت آ چلا ہے اَب
کچھ سمجھ چلی، کہ ہاں، مَیں بھی کوئی چیز ہوں
حُسن ہو جسے عزیز، اُس کو میں عزیز ہوں
دیکھتی تھی آرسی، ہاتھ اُٹھا کے، بار بار
تیوریاں چڑھاتی تھی، مُسکرا کے، بار بار
بجلیاں کوندتی تھیں، اور ہل رہی تھیں وہ

چُومنے کو بار بار، رُخ سے مِل رہی تھیں وہ
سر سے اوڑھنی گری جب ڈھلک کے دوش پہ
اِس ادا نے کر دیا، وار میرے ہوش پر
دیکھ لیتی تھی، مگر شرمگیں نگاہ سے
بھیجتی تھی کچھ پیام، پتلیوں کی راہ سے
لائن اِس ٹرین کی بدلی اِتفاق سے
دوسری طرف گیا میں بھی اشتیاق سے
وہ بھی آ کھڑی ہوئی سر جھکا کے سامنے
تھا جو دل پہ کچھ اثر، بھیجی آ کے سامنے
شرم سے نہ پھر سکی گرچہ گردن اِس طرف
دِل اِدھر ہی تھا، کہ تھی ترچھی چتون اِس طرف
چل کھڑی ہوئی ٹرین، اور میں وہیں رہا
میں تو رہ گیا، مگر، دِل مرا نہیں رہا
چُوک ہو گئی، کہ اب مَل رہا ہوں ہاتھ میں
چل دِیا ٹرین پر، کیوں نہ اُس کے ساتھ، میں
دب گیا تھا ضبط سے، ہائے، میرا جوش کیوں
دل کے ساتھ حُسن نے، لے لئے تھے ہوش کیوں
شوق میرے رنگ کو دیکھتے تھے بار بار
دیکھتے ہی دیکھتے، رنگ اُڑا ہزار بار

آ ہی جاتا ہوش میں، وہ جو ٹوکتے مجھے
پھر تو میں نہ مانتا، لاکھ روکتے مجھے

# نادر

## شمعِ مزار

بیٹھی ہے کس سکوت میں شمعِ مزار تو؟ اے شمع! کس شہید کی ہے تکیہ دار تو؟
کوسِ سحر پہ گوش بر آواز کیوں ہے تو؟ پچھلے پہر سے مائل پرواز کیوں ہی تو؟
کیا تیرا دل بھی میری طرح دردمند ہے؟ تجھ کو بھی کنج شامِ غریبی پسند ہے؟
اے نامراد! جوگ لیا تو نے کس لئے؟ کسکا یہ غم ہے سوگ لیا تو نے کسلئے؟
کیا تجھکو یاد آئے ترے کشتگانِ ناز؟ جاں دادگانِ پاک نظر اور پاک باز؟
بیٹھی ہے اُنکی فاتحہ خوانی کے واسطے؟ تو رو رہی ہے اُنکی جوانی کیواسطے؟
تیرا سکوت نائے نواہائے راز ہے سوز و گداز ہیں ترے در پردہ ساز ہے
گونجا ہے یوں ہوا میں تری روشنی کا راگ جیسے کہ بھیگی رات میں گائے کوئی بہاگ
یا جیسے پھول کیوڑے کا کھلجائے باغ میں اور پھیل جائے اُسکی مہک باغ و راغ میں
یا جیسے میرا نالہ کہ ہر دل میں گھر کرے سینوں میں مثلِ تیر چُبھے اور اثر کرے
اونچے درخت تکیہ کے نزدیک ور دور اِسطرح کر رہے ہیں ترا اقتباس نور
گویا کہ چھانتے ہیں ملک روشنی تری اور پھینکتے ہیں سوئے فلک روشنی تری

سنگِ نشانِ قبر ہیں باندھے ہوئے قطار — گویا کھڑے ہیں تیرے مریدانِ با وقار
کرتے ہیں غور سلسلۂ کائنات پر — یا محو ہیں مشاہدۂ بے ثبات پر
کیا یہ بھی محو جلوۂ حسنِ قدیم ہیں — اے برقِ طور کیا ترے اتنے کلیم ہیں

اس تیرہ روزگار و پُر آشوب دور میں
دو تیرے دردمند ہیں اقبال اور میں

## شبِ تنہائی

اکثر شبِ تنہائی میں — کچھ دیر پہلے نیند سے
گذری ہوئی دلچسپیاں — بیتے ہوئے دن عیش کے
بنتے ہیں شمعِ زندگی — اور ڈالتے ہیں روشنی

میرے دلِ صد چاک پر

وہ بچپن اور وہ سادگی — وہ رونا وہ ہنسنا کبھی
پھر وہ جوانی کے مزے — وہ دل لگی وہ قہقہے
وہ عشق وہ عہدِ وفا — وہ وعدہ اور وہ شکریہ
دل کا کنول جو روز و شب — رہتا شگفتہ تھا سو اب
اُسکا یہ ابتر حال ہے — اک سبزۂ پامال ہے
اک پھول مرجھایا ہوا — سوکھا ہوا بکھرا ہوا

روندا پڑا ہے خاک پر

یوں ہی شب تنہائی میں کچھ دیر پہلے نیند سے
گذری ہوئی ناکامیاں بیٹھے ہوئے دن گن کے
بنتے ہیں شمعِ بیکسی اور ڈالتے ہیں روشنی
اُن حسرتوں کی قبر پر

جو آرزوئیں پہلے تھیں پھر غم سے حسرت بن گئیں
غم دوستوں کی فوت کا اُن کی جوانا موت کا
ہاں دیکھ شیشہ میں مرے اُن حسرتوں کا خون ہے
جو گردش ایام سے یا قسمتِ ناکام سے یا عیش غم انجام سے مرگ بتِ گلفام سے
خود دل ہی میں مر گئیں کسطرح پاؤں میں حزیں
قابو دلِ بے صبر پہ

جب آہ اُن احباب کو میں یاد کر اُٹھتا ہوں جو
یوں مجھ سے پہلے اُٹھ گئے جس طرح طائر باغ کے
یا جیسے پھول اور پتیاں گر جائیں سب قبل از خزاں
اور خشک رہ جائے شجر

اسوقت تنہائی مری بن کر مجسم بیکسی
کر دیتی ہے پیش نظر ہو حق سا اک برباد گھر
ویران جس کو چھوڑ کے سب رہنے والے چل بسے
ٹوٹے کواڑ اور کھڑکیاں چھت کے ٹپکنے کے نشاں
پرنالے ہیں روزن نہیں یہ حال ہے آنگن نہیں پردے نہیں چلمن نہیں اک شمع تک روشن نہیں

میرے سوا جس میں کوئی　　جھانکے نہ بھولے سے کبھی
وہ خانۂ خالی ہے دل　　پوچھے نہ جس کو دیو بھی
اجڑا ہُوا ویران گھر

# شاعر کی قبر

اے اجل! اے موت!! اور اے انتشار سوہانِ روح　　یاد کرتے ہی تجھے بیچین ہو جاتا ہوں میں
دفعتاً بجلی سی گر پڑتی ہے مجھ پر اور پھر　　ایک ہیبتناک تاریکی میں کھو جاتا ہوں میں

۲

کتنا وحشت ناک ہے اور کتنا پُر غم یہ خیال　　یعنی میں مرنا نہ چاہونگا مگر مر جاؤں گا
خیر مر جاؤں مگر پھر ہوگا میرا حشر کیا؟　　مر کے کیا ہونگا؟ کہاں جاؤنگا؟ کیونکر جاؤنگا

۳

اسکو بھی جانے دو۔ یہ مضمون وہ عقدہ ہے جو　　حل ہُوا ہے۔ اور حل ہوگا نہ جیتے جی کبھی
یوں سمجھ لو۔ مر کے میں اک قبر بنجاؤں گا اور　　بیکسی برسے گی اسپر اور حسرت رُوئیگی

۴

سیر کرتے اکثر ہم نکلیں گے احباب اُسطرف　　اور پڑھینگے فاتحہ پہلے وہ لیکر میرا نام
تذکرہ پھر میرا چھڑ جانے پہ آجائینگے یاد　　کچھ مرے اشعار موزوں۔ کچھ پسندیدہ کلام

۵

اک صدی کے اندر ایسے لوگ بھی اُٹھ جائینگے　　اور مٹ کر بے نشاں ہو جائیگا میرا مزار

اب یہ گویا ہوگی میری دوسری تشو اور آہ　　　رہ نہ جائے گی بظاہر کوئی میری یادگار

۶

خیر! اصلی قبر وہ میری نہیں احباب نے　　　ایک تو وہ سا بنا رکھا تھا میرے نام کا
مدفنِ اصلی ہے میرا گوشۂ باغِ سخن　　　شاعری میری ہے گہوارہ مرے آرام کا

۷

یہ تو میرے اپنے ہاتھوں کی بنائی قبر ہے　　　سوؤنگا میں اس لحد میں چین سے آرام سے
اور رہیگا سبزہ بھی محفوظ تربت کا مری　　　دور تاراج خزاں سے گردش ایام سے

---

# سُرور

## حسرت شباب

نہ چال میں ہے وہ شوخی نہ قد میں رعنائی　　　کہ تیرے ساتھ گئی آہ! شانِ برنائی
کہاں چھپا ہے تو! اے محوِ جلوہ آرائی　　　بیاکہ باز بہ بینم چو پردہ بکشائی[۱]
زمیں پہ فرش رہِ انتظار ہیں آنکھیں
کہ دیکھنے کو تجھے بیقرار ہیں آنکھیں
نہ زورِ آہ ہے اب وہ نہ شور نالوں کا　　　کہ سر میں اب نہیں سودا پری جمالوں کا

---

[۱] آ اور پردہ اُٹھا کہ پھر نظارہ کریں۔

رہا نہ ذوقِ خلش اب وہ دل کے چھالوں کا وہ خارِ غم نہیں پھولوں کے گہنے والوں کا
کسی کی یاد میں بیخوابیاں کہاں شب کو
کہ اب وہ اگلی سی بیتابیاں کہاں شبکو

جگر کے داغوں میں وہ سوندھی سوندھی بو نہ رہی وہ ولولے وہ امنگیں وہ آرزو نہ رہی
کہ دل میں اب ہوسِ شیشہ و سبو نہ رہی زباں پہ ساغر و مینا کی گفتگو نہ رہی
کہاں وہ آہ! شراب و کباب کے جلسے
کہ ختم ہو گئے عہدِ شباب کے جلسے

مجھے دماغ کہاں جو سنوں فسانۂ عشق نہ چھیڑ مطربِ رنگیں نوا ترانۂ عشق
کہ مجھ سے چھوٹ گیا آہ! آستانۂ عشق گیا شباب کے ہمراہ کارخانۂ عشق
جگر میں وہ تپش دردِ جانگزا نہ رہی
سوار سر پہ جو تھی عشق کی بلا نہ رہی

وہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں وہ نور کا تڑکا وہ اودی اودی گھٹائیں وہ سبزۂ صحرا
نکل کے گھر سے وہ بے اختیار چل دینا علی الصبح وہ قدرت کی دیکھنے کو فضا
وہ سیر کرتے ہوئے دشت میں نکل جانا
پلٹ کے جانب دریا وہاں سے پھر آنا

وہ آبشار وہ جھرنے، وہ خوشنما پانی وہ سطحِ آب، وہ موجیں، وہ جوشِ طغیانی
وہ طائرانِ چمن زا کی زمزمہ خوانی وہ آب نہر پہ کرنوں کی جلوہ افشانی
پرندوں کا وہ پنگھٹ پہ جوق جوق آنا
سبو وہ دوش پہ پانی کے بھر کے لیجانا

کہاں وہ صبح کی اگلی سی دلفریب فضا　　　کہ تیرے ساتھ ہوا خوریوں کا لُطف گیا
نہ ناشتہ میں ہے لذّت، نہ چاشت میں ہے مزا　　　ترے مذاق سے تھا آہ! ذوقِ آب و غذا
اُتر کے حلق سے لقمہ فرو نہیں ہوتا
پیو تو زہر ہلاہل ہے انگبیں ہوتا

وہ رنگ روپ وہ شوخی، وہ خط وخال کہاں　　　کہ اب وہ دورِ جوانی، وہ سن و سال کہاں
چمن میں صحبت یارانِ ہم خیال کہاں　　　وہ سیر باغ وہ اٹھکھیلیوں کی چال کہاں
چلوں نہ راہ میں کیوں میں نحیف رُک رُک کر
تری سا تھا جو قد، ہو گیا کماں جُھک کر

وہ دل بغل میں جو تھا شیشۂ مئے انگور　　　ہوا وہ سنگِ حوادث پہ گر کے چکنا چور
وہ سر پہ طرہ کج ہے، نہ وہ کلاہ غرور　　　کہ بارِ خاطرِ نازک ہے اب قبائے سمور
گرائے دیتا ہے رعشہ زمیں پہ پیری کا
اجل سے کہہ دو کہ موقع ہے دستگیری کا

## یادِ طفلی

کدھر گیا آہ میرا بچپن! نجات تھی جب غم جہاں سے
نہ دل تھا حسرت کشِ تمنّا۔ نہ تھی زباں آشنا فغاں سے
کہاں گئی وہ بہار طفلی، کدھر گئے وہ نشاط کے دن
گلاب سا آہ! میرا چہرہ نہ زرد تھا جب غمِ خزاں سے

کبھی تھا کوئل کا ہم نوا میں کبھی تھا میں ہم سرودِ قمری
چمن میں کرتا تھا چھیڑ پہروں میں جا کے مرغانِ نغمہ خواں سے

میں دل میں خوش تھا، کہ گا رہی ہے مری محبت کا یہ ترانہ
کھلا نہ تھا رازِ عشقِ گل کا جو مجھ پہ بلبل کی داستاں سے

بہائیں کاغذ کی میں نے ناویں بہت ابھی جو بنا بنا کے
برس گئی کوئی ٹھنڈی ٹھنڈی جھڑی جو ساون کی آسماں سے

کبھی تمنا کہ چاند کو میں گھر اپنے لاؤں بنا کے مہماں
کبھی یہ حسرت، کہ توڑ لاؤں میں جا کے تاروں کو آسماں سے

کبھی جو آئینہ میں یکایک نظر پڑی مجھ کو اپنی صورت
رہا ہوں پہروں میں محوِ حیرت، کہ پیاری شکل آئی یہ کہاں سے

لبوں پہ بچپن کی کیا نہ آئے گی اب وہ معصوم مسکراہٹ
ادھورے الفاظ اے جوانی! وہ کیا نہ نکلیں گے اب زباں سے

نسیم دینے کو مجھ کو لوری نہ شامِ فرقت میں آئے گی کیا؟
جگر کے ٹکڑے اڑیں گے کب تک ہوا میں آہِ شرر فشاں سے

نہ تھی گرانباریِ مشاغل۔ نہ تھی یہ پابندیِ علائق
اسیرِ زنجیرِ غم نہ تھا میں، نجات تھی شورشِ جہاں سے

مرا کھلونا تھا عرشِ اعظم۔ مرے کھلونے تھے چاند سورج
اتار لاتا تھا جا کے تارے زمیں پہ راتوں کو آسماں سے

مرا گھروندا تھا گھر کا آنگن، اسی میں مہماں تھا میرا بچپن

تجھے بلایا تھا کس نے ظالم؟ شباب! تو آ گیا کہاں سے
یہ ہے جو تو اے شباب! مہماں یہاں غم و رنج و یاس و حرماں
نہیں ہے یہ بھی مجھے توقع طلسم نیرنگ آسماں سے
ابھی ہے تیرا فشار باقی - ابھی بڑھاپا ہے آنے والا
فلک کو لینا ابھی ہیں بدلے بہت سے اک جزو ناتواں سے
ہزار جھگڑے ہیں زندگی کے - ہزار دنیا کے ہیں بکھیڑے
سر و صدا اُٹھیں تو کیونکر اُٹھیں اک مشتِ استخواں سے

# اقبال

## تصویرِ درد

نہیں منت کشِ تابِ شنیدن داستاں میری — خموشی گفتگو ہے، بے زبانی ہے زباں میری
ہوئی ہے سرمۂ آواز گو لذت خموشی کی، — نگہ بن بن کے آنکھوں سے نکلتی ہے فغاں میری
یہ دستورِ زباں بندی ہے کیسا تیری محفل میں؟ — یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری
شکارِ خوفِ رسوائی ہے میری نو گرفتاری — کسی صورت ہو یارب! راس آئی دنیا رازِ دل میری
اُٹھائے کچھ ورق لالے نے کچھ نرگس نے کچھ گل نے — چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری
اڑا لی قمریوں نے طوطیوں نے عندلیبوں نے — چمن والوں نے مل کر لوٹ لی طرزِ فغاں میری
الٰہی! پھر مزا کیا ہے؟ یہاں دنیا میں رہنے کا — حیاتِ جاوداں میری۔ نہ مرگِ ناگہاں میری

مرا رونا نہیں رونا ہے یہ سارے گلستاں کا
وہ گل ہوں میں خزاں ہر گل کی ہے گویا خزاں میری

یہ سب کچھ ہے مگر ہستی مری مقصد ہے قدرت کا
سراپا نور ہو جسکی حقیقت میں وہ ظلمت ہوں

نظر میری نہیں ممنون سیر عرصۂ ہستی
میں وہ چھوٹی سی دنیا ہوں کہ آپ اپنی ولایت ہوں

نہ چھپ اے او لٹنے والے مجھے میرے ندیاں سے
سراپا صورت نے تیری فرقت کی شکایت ہوں

## گورستان شاہی

سوتے ہیں خاموش آبادی کے ہنگاموں سے دور
مضطرب رکھتی تھی جنکو آرزوئے ناصبور

قبر کی ظلمت میں ہے ان آفتابوں کی چمک
جنکے دروازہ پہ رہتا تھا جبیں گستر فلک

کیا یہی ہے ان شہنشاہوں کی عظمت کا مآل
جنکی تدبیر جہانبانی سے ڈرتا تھا زوال

رعب فغفوری ہو دنیا میں کہ شانِ قیصری
ٹل نہیں سکتی غنیمِ موت کی یورش کبھی

بادشاہوں کی بھی کشتِ عمر کا حاصل ہے گور
جادۂ عظمت کی گویا آخری منزل ہے گور

عرصۂ پیکار میں ہنگامۂ شمشیر کیا
خون کو گرمانے والا نعرۂ تکبیر کیا

اب کوئی آواز سوتوں کو جگا سکتی نہیں
سینۂ ویراں میں جانِ رفتہ آسکتی نہیں

سلسلہ ہستی کا ہے اک بحرِ ناپیدا کنار
اور اس دریائے بے پایاں کی موجیں ہیں مزار

اے ہوس خوں رو کہ ہے یہ زندگی بے اعتبار
یہ شرارے کا تبسم یہ خسِ آتش سوار

چاند جو صورت گرِ ہستی کا اک اعجاز ہے
پہنے سیمابی قبا محوِ خرامِ ناز ہے

چرخِ بے انجم کی دہشتناک وسعت میں مگر بیکسی اس کی کوئی دیکھے ذرا وقتِ سحر

اِک ذرا سا ابر کا ٹکڑا ہے جو مہتاب تھا
آخری آنسو ٹپک جانے میں ہے جس کی بقا

زندگی اقوام کی بھی ہے یونہی بے اعتبار رنگہائے رفتہ کی تصویر ہے اُنکی بہار
اسقدر قوموں کی بربادی سے ہے خوگر جہاں دیکھتا بے اعتنائی سے ہے یہ منظر جہاں
ایک صورت پر نہیں رہتا کسی شے کو قرار ذوقِ جدت سے ہے ترکیبِ مزاجِ روزگار

ہے نگینِ دہر کی زینت ہمیشہ نامِ نو
مادرِ گیتی رہی آبستنِ اقوامِ نو

ہے ہزاروں قافلوں سے آشنا یہ رہگذر چشمِ کوہِ نور نے دیکھے ہیں کتنے تاجور
مصر و بابل مٹ گئے باقی نشاں تک بھی نہیں دفترِ ہستی میں انکی داستاں تک بھی نہیں

آدبایا مہرِ ایراں کو اجل کی شام نے
عظمتِ یونان و روما لوٹ لی ایام نے

# ایک آرزو

دنیا کی محفلوں سے اُکتا گیا ہوں یارب کیا لطف انجمن کا جب دل ہی بجھ گیا ہو
شورش سے ہوں گریزاں دل چاہتا ہے میرا ایسا سکوت جس پر تقریر بھی فدا ہو
مرتا ہوں خامشی پر یہ آرزو ہے میری دامن میں کوہ کے اک چھوٹا سا جھونپڑا ہو
آزاد فکر سے ہوں عزلت میں دن گذاروں دنیا کے غم کا کانٹا دل سے نکل گیا ہو

لذت سرود کی ہو چڑیوں کے چہچہوں میں
چشمے کی شورشوں میں باجا سا بج رہا ہو

آغوش میں زمیں کی سویا ہوا ہو سبزہ
پھر پھر کے جھاڑیوں میں پانی چمک رہا ہو

گل کی کلی چٹک کر پیغام دے کسی کا
ساغر ذرا سا گویا مجھ کو جہاں نما ہو

صف باندھے دونو جانب بوٹے ہرے ہرے ہوں
ندی کا صاف پانی تصویر لے رہا ہو

ہو دلفریب ایسا کہسار کا نظارہ
پانی بھی موج بنکر اُٹھ اُٹھ کے دیکھتا ہو

مہندی لگائے سورج جب شام کی دُلھن کو
سُرخی لئے سُنہری ہر پھول کی قبا ہو

راتوں کو چلنے والے رہ جائیں تھک کے جسدم
امید ان کی میرا ٹوٹا ہوا دیا ہو

پچھلے پہر کی کوئل وہ صبح کی مؤذن
میں اسکا ہم نوا ہوں وہ میری ہم نوا ہو

کانوں پہ ہو نہ میرے دیر و حرم کا احساں
روزن ہی جھونپڑی کا مجھکو سحر نما ہو

پھولوں کو آئے جسدم شبنم وضو کرانے
رونا مرا وضو ہو نالہ مری دعا ہو

اس خامشی میں جائیں اتنے بلند نالے
تاروں کے قافلے کو میری صدا درا ہو

ہر دردمند دل کو رونا میرا رُلا دے
بے ہوش جو پڑے ہیں شاید انہیں جگا دے

## بچّہ اور شمع

کیسی حیرانی ہے یہ اے طفلکِ پروانہ خو
شمع کے شعلے کو گھڑیوں دیکھتا رہتا ہے تو

یہ مری آغوش میں بیٹھے ہوئے جنبش ہے کیا
روشنی سے کیا بغلگیری ہے تیرا مدعا

اس نظارے سے ترا ننھا سا دل حیران ہے

ہر کسی دیکھی ہوئی شے کی مگر پہچان ہے

شمع اک شعلہ ہے لیکن تو سراپا نور ہے — آہ اس محفل میں یہ عریاں ہے تو مستور ہے
دستِ قدرت نے اسے کیا جانے کیوں عریاں کیا — تجھ کو خاکِ تیرہ کے فانوس میں پنہاں کیا
نور تیرا چھپ گیا زیرِ نقابِ آگہی — ہے غبارِ دیدۂ بینا حجابِ آگہی

زندگانی جس کو کہتے ہیں فراموشی ہے یہ
خواب ہے غفلت ہے سرمستی ہے بے ہوشی ہے یہ

---

## محبت

عروسِ شب کی زلفیں تھیں ابھی نا آشنا خم سے — ستارے آسماں کے بے خبر تھے لذتِ رم سے
قمر اپنے لباسِ نو میں بیگانہ سا لگتا تھا — نہ تھا واقف ابھی گردش کے آئینِ مسلم سے
ابھی امکاں کے ظلمت خانے سے ابھری ہی تھی دنیا — مذاقِ زندگی پوشیدہ تھا پہنائے عالم سے
کمالِ نظمِ ہستی کی ابھی تھی ابتدا گویا — ہویدا تھی نگینے کی تمنا چشمِ خاتم سے
سنا ہے عالمِ بالا میں کوئی کیمیا گر تھا — صفا تھی جس کی خاکِ پا میں بڑھ کر ساغرِ جم سے
لکھا تھا عرش کے پائے پہ اک اکسیر کا نسخہ — چھپاتے تھے فرشتے جس کو چشمِ روحِ آدم سے
نگاہیں تاک میں رہتی تھیں لیکن کیمیا گر کی — وہ اس نسخے کو بڑھ کر جانتا تھا اسمِ اعظم سے
بڑھا تسبیح خوانی کے بہانے عرش کی جانب — تمنائے دلی آخر بر آئی سعیِ پیہم سے
پھرایا فکرِ اجزا نے اسے میدانِ امکاں میں — چھپے گی کیا کوئی شے بارگاہِ حق کے محرم سے
چمک تارے سے مانگی چاند سے داغِ جگر مانگا — اڑائی تیرگی تھوڑی سی شب کی زلفِ برہم سے

تڑپ بجلی سے پائی، حور سے پاکیزگی پائی — حرارت لی نفسہائے مسیحِ ابنِ مریم سے
ذرا سی پھر ربوبیت سے شانِ بے نیازی لی — ملک سے عاجزی، افتادگی تقدیرِ شبنم سے
پھر ان اجزا کو گھولا چشمۂ حیواں کے پانی میں — مرکب نے محبت نام پایا عرشِ اعظم سے
ہوس نے یہ پانی ہستیِ نوخیز پر چھڑکا — گرہ کھولی ہنر نے اس کے گویا کارِ عالم سے
ہوئی جنبش عیاں، ذروں نے لطفِ خواب کو چھوڑا — گلے ملنے لگے اٹھ اٹھ کے اپنے اپنے ہمدم سے

خرامِ ناز پایا آفتابوں نے ستاروں نے
چٹک غنچوں نے پائی داغ پائے لالہ زاروں نے

# حقیقتِ حسن

خدا سے حسن نے اک روز یہ سوال کیا — جہاں میں کیوں نہ مجھے تو نے لازوال کیا
ملا جواب کہ تصویر خانہ ہے دنیا — شبِ درازِ عدم کا فسانہ ہے دنیا
ہوئی ہے رنگِ تغیر سے جب نمود اسکی — وہی حسیں ہے حقیقت زوال ہے جسکی
کہیں قریب تھا یہ گفتگو قمر نے سنی — فلک پہ عام ہوئی، اخترِ سحر نے سنی
سحر نے تارے سے سنکر سنائی شبنم کو — فلک کی بات بتا دی زمیں کے محرم کو
بھر آئے پھول کے آنسو پیامِ شبنم سے — کلی کا ننھا سا دل خون ہو گیا غم سے

چمن سے روتا ہوا موسمِ بہار گیا
شباب سیر کو آیا تھا سوگوار گیا

# رخصت اے بزم جہاں

(ماخوذ از ایمرسن)

گھر بنایا ہے سکوت دامنِ کہسار میں
آہ! یہ لذت کہاں موسیقیِ گفتار میں
ہمنشینِ نرگسِ شہلا، رفیقِ گُل ہوں میں
ہے چمن میرا وطن، ہمسایۂ بُلبُل ہوں میں
شام کو آوازِ چشموں کی سلاتی ہے مجھے
صبح فرشِ سبز سے کوئل جگاتی ہے مجھے
بزمِ ہستی میں ہے سب کو محفل آرائی پسند
ہے دلِ شاعر کو لیکن کُنجِ تنہائی پسند
ہے جنوں مجھ کو کہ گھبراتا ہوں آبادی میں میں
ڈھونڈتا پھرتا ہوں کس کو کوہ کی وادی میں میں
شوق کس کا سبزہ زاروں میں پھراتا ہے مجھے
اور چشموں کے کناروں پر سلاتا ہے مجھے
طعنہ زن ہے تو کہ شیدا کُنجِ عزلت کا ہوں میں
دیکھ اے غافل! پیامی بزمِ قدرت کا ہوں میں
ہموطن شمشاد کا، قمری کا میں ہمراز ہوں!
اس چمن کی خامشی میں گوشش بر آواز ہوں

کچھ جو سنتا ہوں تو اوروں کو سنانے کے لئے
دیکھتا ہوں کچھ تو اوروں کو دکھانے کے لئے
عاشقِ عزلت ہے دل نازاں ہوں اپنے گھر پہ میں
خندہ زن ہوں مسندِ دارا و اسکندر پہ میں
لیٹنا زیرِ شجر رکھتا ہے جادو کا اثر
شام کے تارے پہ جب پڑتی ہو رہ رہ کر نظر
علم کے حیرت کدے میں ہے کہاں اس کی نمود
گل کی پتی میں نظر آتا ہے رازِ ہست و بود

---

# چاند

میرے ویرانے سے کوسوں دور ہے تیرا وطن
ہے مگر دریائے دل تیری کشش سے موجزن
قصد کس محفل کا ہے؟ آتا ہے کس محفل سے تو؟
زرد رو شاید ہوا رنجِ رہِ منزل سے تو؟
آفرینش میں سراپا نور تو ظلمت ہوں میں
اس سیہ روزی پہ لیکن تیرا ہم قسمت ہوں میں
آہ! میں جلتا ہوں سوزِ اشتیاقِ دید سے
تو سراپا سوز داغِ منّتِ خورشید سے

ایک حلقے پر اگر قائم تری رفتار ہے
میری گردش بھی مثالِ گردشِ پرکار ہے
زندگی کی رہ میں سرگرداں ہے تو، حیراں ہوں میں
تو فروزاں محفلِ ہستی میں ہے، سوزاں ہوں میں
میں رہِ منزل میں ہوں، تو بھی رہِ منزل میں ہے
تیری محفل میں جو خاموشی ہے، میرے دل میں ہے
تو طلب خو ہے، تو میرا بھی یہی دستور ہے
چاندنی ہے نور تیرا، عشق میرا نور ہے
انجمن ہے ایک میری بھی جہاں رہتا ہوں میں
بزم میں اپنی اگر یکتا ہے تو، تنہا ہوں میں
مہر کا پرتو ترے حق میں ہے پیغامِ اجل
محو کر دیتا ہے مجھ کو جلوۂ حسنِ ازل
پھر بھی اے ماہِ مبیں! میں اور ہوں تو اور ہے
درد جس پہلو میں اٹھتا ہو وہ پہلو اور ہے
گرچہ میں ظلمت سراپا ہوں، سراپا نور تو
سینکڑوں منزل ہے ذوقِ آگہی سے دور تو
جو مری ہستی کا مقصد ہے مجھے معلوم ہے
یہ چمک وہ ہے جبیں جس سے تری محروم ہے

# اختر صبح

ستارہ صبح کا روتا تھا اور یہ کہتا تھا
ملی نگاہ مگر فرصت نظر نہ ملی
ہوئی ہے زندہ دم آفتاب سے ہر شے
اماں مجھی کو تہ دامن سحر نہ ملی
بساط کیا ہے بھلا صبح کے ستارے کی
نفس حباب کا، تابندگی شرارے کی

کہا یہ میں نے کہ اے زیور جبین سحر
غم فنا ہے تجھے؟ گنبد فلک سے اتر
ٹپک بلندی گردوں سے ہمرہ شبنم
مرے ریاض سخن کی فضا ہے جاں پرور
میں باغباں ہوں محبت بہار ہے اسکی
بنا مثال ابد پائدار ہے اسکی

---

# انسان

قدرت کا عجیب یہ ستم ہے!
انسان کو راز جو بنایا
راز اس کی نگاہ سے چھپایا
بیتاب ہے ذوق آگہی کا
کھلتا نہیں بھید زندگی کا
حیرت آغاز و انتہا ہے
آئینے کے گھر میں اور کیا ہے؟
ہے گرم خرام موج دریا
دریا سوئے بحر جادہ پیما

بادل کو ہوا اڑا رہی ہے
شانوں پہ اُٹھائے لا رہی ہے

تارے مستِ شرابِ تقدیر
زندانِ فلک میں پابہ زنجیر

خورشید وہ عابدِ سحر خیز
لانے والا پیام "برخیز"

مغرب کی پہاڑیوں میں چھپ کر
پیتا ہے مئے شفق کا ساغر

لذّت گیرِ وجود ہر شے
سرمستِ مئے نمود ہر شے

کوئی نہیں غمگسارِ انساں!
کیا تلخ ہے روزگارِ انساں!

---

# تنہائی

تنہائی شب میں ہے حزیں کیا؟
انجم نہیں تیرے ہمنشیں کیا؟

یہ رفعتِ آسمانِ خاموش
خوابیدہ زمیں، جہانِ خاموش

یہ چاند، یہ دشت و در، یہ کہسار
فطرت ہے تمام نسترن زار

موتی خوش رنگ پیارے پیارے
یعنی ترے آنسوؤں کے تارے

کس شے کی تجھے ہوس ہے اے دل!
قدرت تری ہم نفس ہے اے دل!

---

# ستارہ

قمر کا خوف کہ ہے خطرۂ سحر تجھ کو
مآلِ حسن کی کیا مل گئی خبر تجھ کو

متاعِ نور کے لٹ جانے کا ہے ڈر تجھ کو!
ہے کیا ہراسِ فنا صورتِ شرر تجھ کو

زمیں سے دور دیا آسماں نے گھر تجھ کو
مثالِ ماہ اڑھائی قبائے زر تجھ کو

غضب ہے پھر تری ننھی سی جان ڈرتی ہے!
تمام رات تری کانپتے گذرتی ہے

چمکنے والے مسافر! عجب یہ بستی ہے
جو اوج ایک کا ہے دوسرے کی پستی ہے

اجل ہے لاکھوں ستاروں کی اک ولادتِ مہر
فنا کی نیند مے زندگی کی مستی ہے

وداعِ غنچہ میں ہے رازِ آفرینشِ گل
عدم عدم ہے کہ آئینہ دارِ ہستی ہے

سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں
ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں

# رات اور شاعر

## (۱)

کیوں میری چاندنی میں پھرتا ہے تو پریشاں
خاموش صورتِ گل مانندِ بو پریشاں

تاروں کے موتیوں کا شاید ہے جوہری تو
مچھلی ہے کوئی میرے دریائے نور کی تو

یا تو مری جبیں کا تارا گرا ہُوا ہے　　رفعت کو چھوڑ کر جو پستی میں جا بسا ہے
خاموش ہو گیا ہے تارِ ربابِ ہستی　　ہے میرے آئینے میں تصویرِ خوابِ ہستی
دریا کی تہ میں چشمِ گرداب سو گئی ہے　　ساحل سے لگ کے موجِ بیتاب سو گئی ہے
بستی زمیں کی کیسی ہنگامہ آفریں ہے　　یوں سو گئی ہے جیسے آبادی نہیں ہے

شاعر کا دل ہے لیکن ناآشنا سکوں سے
آزاد رہ گیا تو کیوں کر مرے فسوں سے

# اصغر

## بیخودی

بسترِ خاک پہ بیٹھا ہوں نہ مستی ہے نہ ہوش　　ذرّے سب ساکت و صامت ہیں ستارے خاموش
نظر آتی ہے مظاہر میں مری شکل مجھے　　فطرتِ آئینہ بدست اور میں حیران و خموش
ترجمانی کی مجھے آج اجازت دیدے　　شجرِ طور ہے ساکت لبِ منصور خموش
بحرِ آوازِ انا البحر اگر دے تو بجا　　پردۂ قطرۂ ناچیز سے کیوں ہے یہ خروش
ہستیٔ غیب سے گہوارۂ فطرت جنباں　　خواب میں طفلکِ عالم ہے سراسر مدہوش
پرتوِ مہر سے ذوقِ رم و بیداری سے　　بسترِ گل پہ ہے اک قطرۂ شبنم مدہوش

# "بے خبری"

ہزار جامہ دری صد ہزار بخیہ گری — تمام شورش و تمکیں نثار بے خبری

سکونِ شورش پنہاں ہے شغلِ جامہ دری — قرارِ سینۂ سوزاں ہے نالۂ سحری
مزاجِ عشق بہت معتدل ہیں ان روزوں — جگر میں آگ دہکتی ہے آنکھ میں ہے تری
یہ ڈر ہے ہر بنِ مو آب ہو نہ دے نکلے — کچھ ایسے زور پہ ہے آج کاوشِ جگری
جو مجھ پہ گذری ہے شب بھر وہ دیکھ لے ہمدم — چمک رہا ہے مژہ پر ستارۂ سحری
اٹھا ہے درد رگِ جاں ہے تشنۂ نشتر — مجھے ہے آج تلاش کمالِ چارہ گری
نگاہِ ناز کی کیفیتیں ہیں دل میں وہی — کہ روح تن میں ہو شیشہ میں جس طرح ہو پری
تری نگاہ کے صدقے یہ حال کیا ہے مرا — کمالِ ہوش کہوں یا کمالِ بے خبری
غضب ہوا کہ گریباں ہے چاک ہونے کو — تمہارے حسن کی ہوتی ہے آج پردہ دری
کہیں ہے عشق کہیں ہے کشش کہیں حرکت — بھرا ہے خامۂ فطرت میں رنگِ فتنہ گری
محال تھا کوئی ہوتا یہاں سوا تیرے — یہ کل جہان ہے منت پذیرِ کم نظری
وہ ہر عیاں میں نہاں ہے وہ ہر نہاں میں عیاں — عجیب طرزِ حجاب و عجیب جلوہ گری
کچھ اس طرح ہوئیں عاجز نوازیاں اسکی — کہ میری آہ کو ہے اب تلاشِ بے اثری
نزول پیکرِ خاکی پہ روحِ اعظم کا — نہ ہے کمالِ سرافگندگی و بے ہنری
کرم کچھ آج ہے ساقی کا وہ طرب انگیز — کہ جرعہ جرعہ ہے موجِ ترنمِ سحری
اس آستاں سے اٹھائی نہ پھر جبیں میں نے — حرم میں سجدۂ پیہم تھی ایک دردِ سری

چھپی ہے نیم نگاہی میں روح بیتابی ملی ہے حسنِ تبسم کو ریزشِ شرری
نہ جائیے مری بگڑی ہوئی اداؤں پر کہ عاشقی میں سرِ حُسن کی ہے جلوہ گری
جو شوخیوں سے لیا ہے جمال مینا بی تو جوشِ حُسن سے پائی ادائے جامہ دری
لئے ہیں زلف سے آشفتگی کے کل انداز نگاہِ مست سے پہنچا ہے حسن بے خبری
خموش اصغرِ بیہودہ کوش و ہرزہ سرا کہ حسن و عشق کی اچھی نہیں ہے پردہ دری
بگوشِ ہوش شنو پندِ حافظِ شیراز چہ نکتہ ایست بہ طرزِ ترنم شکری

"زہر خبر کہ شنیدی ترا بہ حیرت داشت
ازیں سپس من و ساقی و وضع بے خبری"

## سرِ فنا

رہا نہ دل میں وہ احساسِ مدعا باقی نہ روح میں ہے وہ بیتابیٔ دعا باقی
وہ لب پہ شوق و طلب کی حلاوتیں نہ رہیں نہ وہ کلام میں رنگینیٔ ادا باقی
فسانۂ شبِ ہجراں کی لذتیں نہ رہیں نہ اب ذرا ہوسِ ظلمِ ناروا باقی
شرارتیں نگہِ شوق کی ہوئیں رخصت رہا نہ ولولۂ آہ نارسا باقی
دلِ حزیں میں تڑپنے کی وہ سکت نہ رہی نہ تارِ اشک کا اب کوئی سلسلہ باقی
کھٹک کہیں نہ رہی دردِ جاں نوازی کی اب نہ وہ لطیف خلش دل میں اب ذرا باقی
غضب تو یہ ہے کہ بے سازِ عاشقی عاشق نہ گفتگو کوئی باقی نہ ماجرا باقی
نہ اب وہ عرضِ مطالب میں شوخیٔ عنوان نہ اب وہ شوق کی نیرنگیٔ ادا باقی

رہی نہ وصل کی لذت نہ ہجر کی کلفت — دوائے درد نہ اب دردِ بے دوا باقی
یہ دیکھنے کی ہیں آنکھیں نظر نہیں آتا — کہ اب نگاہ میں عبرت نہیں ذرا باقی
نہ اب وہ ذوقِ عبادت کی سعیِ لاحاصل — نہ اب وہ لذتِ عصیاں کا ولولہ باقی
نہ وہ بیاضِ حقیقت پہ نقش آرائی — خیال میں نہ رہا رنگِ ماسوا باقی
بڑا غضب یہ دلِ شعلہ آرزو نے کیا — کہ مدعی کا پتہ ہے نہ مدعا باقی
رہا نہ تارِ رگِ جاں میں ارتعاشِ خفی — نہ اب وہ نغمۂ بے لفظ و بے صدا باقی
خبر نہیں ہے کہ کیا حال ہے کہاں ہوں میں — بقا کا ہوش نہ اب مستیِ فنا باقی

جو سب لیا ہے تو یہ سوز و ساز بھی لے لے
یہی رہا ہے کہ اب امتیاز بھی لے لے

مگر یہ دل میں جو شعلہ سا تھرتھراتا ہے — نگاہِ لطف کا شاید ہے آسرا باقی
جو کچھ نہیں نہ سہی دل تو خون ہوتا ہے — کہ عشق کی ہے ابھی شانِ ارتقا باقی

مزہ الم میں ہے کچھ لطف خستگی میں ہے
غرض کہ نشو و نما روح کی اسی میں ہے

---

پردۂ حرماں میں آخر کون ہے اِس کے سوا — اے خوشا دردے کہ نزدیکی بھی ہے دوری بھی ہے
حسرتِ ناکام میری کام سے غافل نہیں — اک طریقِ جستجو یہ دردِ مہجوری بھی ہے
میں تو اِن مجبوریوں پر بھی سراپا دید ہوں — اس کے جلوے کی ادا اک شانِ مستوری بھی ہے
بی محرومی کے اندازے یہ دی اُس نے صدا — قربِ کی راہوں میں میری راہ اک دوری بھی ہے

# وفا

## ڈیک

مرحبا اے ڈیک اے جانِ تقدس مرحبا مرحبا اے مظہرِ شانِ تقدس مرحبا
آتی ہے پربت سے تو اٹھکھیلیاں کرتی ہوئی ہر جگہ دامانِ اہلِ آرزو بھرتی ہوئی
اے گروہِ بینش فیضِ عام جاری ہے ترا قائم اب تک شیوہ شاداب کاری ہے ترا
پاس سے جن جن زمینوں کے گذر جاتی ہے تو
ایک اچھالے سے انہیں سیراب کر جاتی ہے تو
وہ جو کہتے ہیں کہ تو بے مرشد و بے پیر ہے کیا خبر ان کو تری کیا عظمت و توقیر ہے
بے خبر شاکی عبث تری غضبناکی کے ہیں آہ! آخر رہنے والے عالمِ خاکی کے ہیں
تو تلاطم آشنائے انقلابِ روزگار اُن کی ہستی سر بسر موجِ سرابِ روزگار
رکھنا اپنا ہی خیال ان کا بھی دستور ہے آپ اگر ڈوبے تو جگ ڈوبا مثل مشہور ہے
شانِ خلاقی کو خالق کھو نہیں سکتا کبھی بندے کا چاہا ہمیشہ ہو نہیں سکتا کبھی
آدمی کو دخل قدرت کے اصولوں میں نہیں کونسا گلشن ہے کانٹے جس کے پھولوں میں نہیں
آئیں جائیں اور مریں انسان بہے جاتی ہے تو
قائم اپنی وضعداری پہ رہے جاتی ہے تو

# شامِ غربت

الوداع اے وقتِ مغرب کی شعاعِ آخری
انعقادِ بزمِ شب کی اطلاعِ آخری
ہوتی جاتی ہے ہم آغوشِ سوادِ شام تو
ہے مگر خوکردۂ تاریکیِ ایام تو

یوں نہ برباد اے سبیلِ اجتماعِ جلوہ ہو
جانبِ دنیا ہیں گرمِ اختراعِ جلوہ ہو

اُف یہ جاں پرور خرامِ دلربا مایہ تیرا
دامنِ دشت و جبل پر رقصِ مستانہ تیرا
رقص کرتی تو اُترتی ہے در و دیوار سے
رقص کے انداز پیدا ہیں تری رفتار سے

رقص میں ہیں جانور تیری ادائے رقص پر
رقص کرتے ہیں شجر تیری ہوائے رقص پر

ابکے دونوں وقت آپس میں گلے ملنے کو ہیں
یعنی باہم صبح کے بچھڑے ہوئے ملنے کو ہیں
طائر اُڑنے کو پرِ پرواز پھیلانے لگے
اپنے اپنے آشیانوں کی طرف جانے لگے

قلبِ زارم را سپرد شامِ غربت کردۂ
با ملالم آشنائے رنجِ قربت کردۂ

چادرِ شب تان کر خورشیدِ خاور سو چلا
وادی و کہسار و صحرا پر اندھیرا ہو چلا
چھا رہی ہے غم کی تاریکی دلِ صد پارہ پر
پھرتی جاتی ہے سیاہی دامنِ نظارہ پر

آہ میں غربت نصیب اور یادِ یارانِ وطن
وہ مرے غمخوار مرے غمگسارانِ وطن

آہ کس کی یاد سے یہ ہچکیاں آنے لگیں
کثرتِ رقت سے آنکھیں اشک برسانے لگیں

موج زن ہے جوشِ طوفانِ بحر محسوسات میں
اک تلاطم سا بپا ہے قلزمِ جذبات میں

میں ہوں اک بے بہرہ لطفِ بہارِ زندگی
نذرِ غربت ہیں مرے لیل و نہارِ زندگی

زندگی نام آمد و رفتِ نفس کا ہے فقط
ورنہ جینے کا سہارا یہ تمنّا ہے فقط

کر سکوں غربت میں کوئی کارِ بہبودِ وطن
کاش کہ میرا زیاں ہو ثمرِ سودِ وطن

---

# محروم

## حرماں نصیب بیوہ

فلک نے لُوٹ لیا ہے ترا سہاگ افسوس
وہ سُرخ جوڑا ترا اجکو آب ہے آگ افسوس

گری ہیں ٹوٹ کے ہاتھوں سے چوڑیاں تیری
اسیرِ حلقۂ زنجیرِ غم ہے جاں تیری

نہ راس آئی تجھے تیری گیسو آرائی
کہ سر پہ ہجرِ دوامی کی کالی رات آئی

یہ کہہ رہی ہے پریشانی تیرے بالوں کی
کہ ایسی ہوتی ہے صورت شکستہ حالوں کی

بجا ہے گریۂ شام و سحر، بجا، تیرا
کہ دادرس نہ کوئی دہر میں رہا تیرا

مگر ہزار فلک رس ہوں یہ تیرے نالے
مسافرانِ عدم کب ہیں لوٹنے والے

بُرے بھلے یونہی دن کاٹ زندگانی کے — عذابِ صبر سے سہہ جورِ عمرِ فانی کے
خدائے پاک تجھے صبر کا ثمر دیگا — وہ سہل آپ تری مشکلوں کو کر دیگا
کسی نگاہ کو شفقت اثر بنائے گا — کسی زباں کو محبت اثر بنائے گا
کریگا نرم وہ خود قلبِ اہلِ دولت کو — دکھائیگا انہیں تیرے ملال و کلفت کو
کسی کو صاحبِ لطف و کرم بنا دے گا
دیا ہے درد یہ جس نے وہی دوا دیگا

## سرورِ ازل

### شاہنشاہِ بابر اور گورو نانک دیو کا مکالمہ

### بابر

### شرابِ معرفت

ہماری بزمِ عشرت میں جو لے آیا خدا بابا — تو بسم اللہ! جامِ بادۂ احمر چڑھا بابا
جہاں میں آبِ رز سے کونسا ہے پاکتر پانی — کہ دُھل جاتا ہو جس سے فقر کا وشما بابا
نہ منچلے کو دیکھا چاہئے چشمِ حقارت سے — کہ ہوتی ہے یہیں سے بیخودی کی ابتدا بابا
نہ یونہی میکشوں کو خاک پر بیٹھا ہوا دیکھو — پہنچتی ہے نظر اُنکی سرِ فوق السما بابا
صدائے حق کی سنتے ہیں سدا و شیشۂ مے سے — اسی سے دل ہیں رندوں کے حقیقت آشنا بابا
صراحی کھولتی ہے رازِ دل جب بانگِ قلقل سے — فلک سے ہیں پکار اٹھتے ملائک مرحبا بابا
نہ ہو گلبانگ مستوں کی تو دنیا بزمِ ماتم ہے — ہمارے دم سے کچھ کچھ زندہ ہے دارالفنا بابا

غنیمت جان کر صحبت کو اک دو جام پیتا جا
میانِ محفلِ رندانِ دُرد آشام پیتا جا!

## گورونانک دیو

مبارک ہو مئے احمر تجھے صاحبقراں تیری
رکھے بس سرخرو تجھ کو شراب ارغواں تیری

دلِ فرخندہ تیرا واقفِ رمزِ حقیقت ہے
اگر ہے ترجمانِ دلِ حقیقت میں زباں تیری

مگر جب کیفیت دل میں ہے کیفِ مے کی حاجت کیا
غرض محفل سے کیا؟ خلوت ہو جب تسکینِ جاں تیری

مے انگور پی کر کوئی متوالا ہوا تو کیا؟
نہ آئی دل میں مستی، ہاتھ میں پیالا ہوا تو کیا؟

وہ مے اپنی ہی جس سے بن پیے مخمور رہتے ہیں
خیالِ چشمِ ساقی کے نشے میں چور رہتے ہیں

وہ میکش ہیں کہ مہر و ماہ اپنے جامِ ساغر ہیں
جو صہبائے مروّق سے سدا بھرپور رہتے ہیں

ہمارا دورِ مے ہر ہر نفس کے ساتھ چلتا ہے
اسی سے ہر نفس ہر لحظہ ہم مسرور رہتے ہیں

کثافت روح میں آلائشِ دنیا سے آتی ہے
شرابِ ظاہری سے اہلِ باطن دور رہتے ہیں

چڑھا دو انکو سولی پر بھی تو حق حق سناتے ہیں
جو عاشق ہیں وہ سرشارِ مے منصور رہتے ہیں

لنڈھائے ہوں جنہوں نے خم کے خم صہبائے عرفاں کے
کہاں وہ طالبِ افشردۂ انگور رہتے ہیں

مناسب ہے یہی ترکِ مئے انگور کر شاہا!
ہمارے جام سے تھوڑی سی اب منظور کر شاہا!

# شبِ غم

دلِ بد نصیب دیکھا، وہی وقت آگیا ہے تری تیرہ روزگاری نے یہ اثر دکھا دیا ہے
وہی غمکدہ ہے میرا۔ وہی شامِ غم فزا ہے وہی نوحہ ہے اور تیری وہی غم بھری صدا ہے
شبِ غم بُری بلا ہے! شبِ غم بُری بلا ہے!

وہی شام دھندلی دھندلی وہی رات کالی کالی وہی خامشی ہوا میں وہی بدلیوں کی جالی
وہی شمع پھیکی پھیکی مرے ساتھ رونیوالی وہی میں۔ وہی مرا دل وہی مشورے خیالی
شبِ غم بُری بلا ہے! شبِ غم بُری بلا ہے!

مرے گھر میں کیوں خموشی؟ مرے لیے کیوں تباہی؟ یہ مکاں ہے یا کہ صحرا؟ ہیں مکیں یہاں کہ راہی؟
در و بام پر ہے یکسر شبِ گور کی سیاہی! میں ہوں زندہ یا کہ مُردہ؟ مجھے کیا ہوا الٰہی؟
شبِ غم بُری بلا ہے! شبِ غم بُری بلا ہے!

نظر آرہی ہیں کیسی۔ یہ مجھے مہیب شکلیں ہے غضب! کہ ہوتی جاتی ہیں مرے قریب شکلیں
مرے واہمے نے کھینچی ہیں کئی عجیب شکلیں شبِ غم کی ہیں یہ ساری دلِ غم نصیب شکلیں
شبِ غم بُری بلا ہے! شبِ غم بُری بلا ہے!

ترے رحم سے بسر ہو۔ یہ شبِ محن الٰہی! نظر آئے پھر کسی کی مجھے انجمن الٰہی!
مری روح چھوڑ جائے نہ دیارِ تن الٰہی! کہیں دامنِ شبِ غم نہ بنے کفن الٰہی!
شبِ غم بُری بلا ہے! شبِ غم بُری بلا ہے!

# چکبست

## رامائن کا ایک سین

(راجہ رامچندر کا ماں سے رخصت ہونا)

رخصت ہوا وہ باپ سے لیکر خدا کا نام
راہِ وفا کی منزلِ اوّل ہوئی تمام
منظور تھا جو ماں کی زیارت کا انتظام
دامن سے اشک پونچھ کے دل سے کیا کلام
اظہارِ بیکسی سے ستم ہوگا اور بھی
دیکھا ہمیں اُداس تو غم ہوگا اور بھی

دِل کو سنبھالتا ہوا آخر وہ نونہال
خاموش ماں کے پاس گیا صورتِ خیال
دیکھا تو ایک در میں ہے بیٹھی وہ خستہ حال
سکتا سا ہوگیا ہے یہ ہے شدّتِ ملال
تن میں لہو کا نام نہیں زرد رنگ ہے
گویا بشر نہیں کوئی تصویرِ سنگ ہے

کیا جانے کس خیال میں گم تھی وہ بیگناہ
نورِ نظر پہ دیدۂ حسرت سے کی نگاہ
جنبش ہوئی لبوں کو بھری ایک سرد آہ
لی گوشہ ہائے چشم سے اشکوں نے رُخ کی راہ
چہرے کا رنگ حالتِ دِل کھولنے لگا
ہر موئے تن زباں کی طرح بولنے لگا

آخر اسیرِ یاس کا قُفلِ دہن کھُلا
افسانہ شدائدِ رنج و محن کھُلا
اِک دفترِ مظالمِ چرخِ کہن کھُلا
وا تھا دہانِ زخم کہ بابِ سخن کھُلا

دردِ دلِ غریب جو صرف بیاں ہُوا
خونِ جگر کا رنگ سخن سے عیاں ہُوا

رو کر کہا خموش کھڑے کیوں ہو میری جاں
میں جانتی ہوں جس لئے آئے ہو تم یہاں
سب کی خوشی یہی ہے تو صحرا کو ہو رواں
لیکن میں اپنے منہ سے ہرگز کہوں گی ہاں

کس طرح بن میں آنکھوں کے تارے کو بھیج دوں
جوگی بنا کے راج دُلارے کو بھیج دوں

دنیا کا ہو گیا ہے یہ کیسا لہو سپید
اندھا کئے ہوئے ہے زر و مال کی اُمید
انجام کیا ہو کوئی نہیں جانتا یہ بھید
سوچے بشر تو جسم ہو لرزاں مثالِ بید

لکھی ہے کیا حیاتِ ابد اِن کے واسطے[1]
پھیلا رہے ہیں جال یہ کِس دن کے واسطے

لیتی کسی فقیر کے گھر میں اگر جنم
ہوتے نہ میری جان کو سامان یہ بہم
ڈستے نہ سانپ بن کے مجھے شوکت و حشم
تم میرے لال تھے مجھے کِس سلطنت سے کم

مَیں خوش ہوں پھونک دے کوئی اِس تخت و تاج کو
تم ہی نہیں تو آگ لگاؤں گی راج کو

کِن کِن ریاضتوں سے گزارے ہیں ماہ و سال
دیکھی تمہاری شکل جب آئے میرے نونہال
پورا ہُوا جو بیاہ کا ارمان تھا کمال
آفت یہ آئی مجھ پہ ہوئے جب سفید بال

[1] بھرت جی کی ماں کیکئی کی طرف اشارہ ہے جنکی ضد سے مجبور ہو کر راجہ دسرت نے رامچندر جی کو بن باس کا حکم دیا تھا اور بھرت جی کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا۔

چھٹتی ہوں اُن سے جوگ لیا جن کیواسطے
کیا سب کیا تھا میں نے اسی دن کیواسطے

آیسے بھی نامراد بہت آئیں گے نظر
گھر جن کے بے چراغ رہے آہ عُمر بھر
رہنا مرا بھی نخلِ تمنّا جو بے ثمر
یہ جائے صبر تھی کہ دعا میں نہیں اثر

لیکن یہاں تو بن کے مقدّر بگڑ گیا
پھل پھُول لا کے باغِ تمنّا اُجڑ گیا

سرزد ہوئے تھے مجھ سے خدا جانے کیا گناہ
منجدھار میں جو یوں مری کشتی ہوئی تباہ
آتی نظر نہیں کوئی امن و امان کی راہ
اب یاں سے کوچ ہو تو عدم میں ملے پناہ

تقصیر میری خالقِ عالم بحل کرے
آسان مجھ غریب کی مشکل اجل کرے

سنکر زباں سے ماں کی یہ فریاد درد خیز
اس خستہ جاں کے دلپہ چلی غم کی تیغ تیز
عالم یہ تھا قریب کہ آنکھیں ہوں اشک ریز
لیکن ہزار ضبط سے رونے سے کی گریز

سوچا یہی کہ جان سے بیکس گذر نہ جائے
ناشاد ہم کو دیکھ کے ماں اَور مر نہ جائے

پھر عرض کی یہ مادرِ ناشاد کے حضور
مایوس کیوں ہیں آپ الم کا ہے کیوں فتور
صدمہ یہ شاقِ عالمِ پیری ہیں ہے ضرور
لیکن نہ دل سے کیجئے صبر و قرار دور

شاید خزاں سے شکل عیاں ہو بہار کی
کچھ مصلحت اسی میں ہو پروردگار کی

یہ جعل یہ فریب یہ سازش یہ شور و شر
ہونا جو ہے سب اسکے بہلنے میں سربسر

اسباب ظاہری ہیں نہ اِن پر کرو نظر کیا جانے کیا ہے پردۂ قدرت میں جلوہ گر
خاص اُسکی مصلحت کوئی پہچانتا نہیں
منظور کیا اُسے ہے کوئی جانتا نہیں
راحت ہو یا کہ رنج خوشی ہو کہ انتشار واجب ہر ایک رنگ میں ہے شکرِ کردگار
تم ہی نہیں ہو کشتۂ نیرنگِ روزگار ماتم کدہ میں دہر کے لاکھوں ہیں سوگوار
سختی سہی نہیں کہ اُٹھائی کڑی نہیں
دنیا میں کیا کسی پہ مصیبت پڑی نہیں
دیکھے ہیں اس سے بڑھ کے زمانے نے انقلاب جن سے کہ بیگناہوں کی عمریں ہوئیں خراب
سوزِ دروں سے قلب و جگر ہو گئے کباب پیری مٹی کسی کی کسی کا مٹا شباب
کچھ بن نہیں پڑا جو نصیبے بگڑ گئے
وہ بجلیاں گریں کہ بھرے گھر اُجڑ گئے
ماں باپ منہ ہی دیکھتے تھے جن کا ہر گھڑی قائم تھیں جنکے دم سے امیدیں بڑی بڑی
دامن پہ جن کے گرد بھی اُڑ کر نہیں پڑی ماری نہ جنکو خواب میں بھی پھول کی چھڑی
محروم جب وہ گل ہوئے رنگِ حیات سے
اُن کو جلا کے خاک کیا اپنے ہات سے
کہتے تھے لوگ دیکھ کے ماں باپ کا ملال اِن بیکسوں کی جان کا بچنا ہے اب محال
ہے کبریا کی شان گذرتے ہی ماہ و سال خود دل سے دردِ ہجر کا مٹتا گیا خیال
ہاں کچھ دنوں تو نوحہ و ماتم ہوا کیا
آخر کو روکے بیٹھ رہے اور کیا کیا

پڑتا ہے جس غریب پہ رنج و محن کا بار کرتا ہے اسکو صبر عطا آپ کردگار
مایوس ہو کے ہوتے ہیں انساں گناہگار یہ جانتے نہیں وہ ہے دانائے روزگار
انسان اسکی راہ میں ثابت قدم رہے
گردن وہی ہے امر رضا میں جو خم رہے

اور آپ کو تو کچھ بھی نہیں رنج کا مقام بعد سفر وطن میں ہم آئیں گے شادکام
ہونے ہیں بات کرنے میں چودہ برس تمام قائم امید ہی سے ہے دنیا ہے جسکا نام
اور یوں کہیں بھی رنج و بلا سے مفر نہیں
کیا ہوگا دو گھڑی میں کسی کو خبر نہیں

اکثر ریاض کرتے ہیں پھولوں پہ باغباں ہے دن کی دھوپ رات کی شبنم انہیں گراں
لیکن جو رنگ باغ بدلتا ہے ناگہاں وہ گل ہزار پردوں میں جاتے ہیں رائگاں
رکھتے ہیں جو عزیز انہیں اپنی جاں کیطرح
ملتے ہیں دست یاس وہ برگ خزاں کیطرح

لیکن جو پھول کھلتے ہیں صحرا میں بیشمار موقوف کچھ ریاض پہ اُن کی نہیں بہار
دیکھو یہ قدرت چمن آرائے روزگار وہ ابر و باد و برف میں رہتے ہیں برقرار
ہوتا ہے اُن پہ فضل جو رب کریم کا
موج سموم بنتی ہے جھونکا نسیم کا

اپنی نگاہ ہے کرم کارساز پر صحرا چمن بنے گا وہ ہے مہرباں اگر
جنگل ہو یا پہاڑ سفر ہو کہ ہو حضر رہتا نہیں وہ حال سے بندے کے بیخبر
اسکا کرم شریک اگر ہے تو غم نہیں

دامانِ دشت دامنِ مادر سے کم نہیں

## ماں کا جواب

یہ گفتگو ذرا نہ ہوئی ماں پہ کارگر
ہنس کر دو فوریاس سے لڑکے پہ کی نظر
چہرہ پہ یوں ہنسی کا نمایاں ہوا اثر
جس طرح چاندنی کا ہو شمشان[1] میں گذر
پنہاں جو بیکسی تھی وہ چہرہ پہ چھا گئی
جو دل کی مُردنی تھی نگاہوں میں آ گئی

پھر یہ کہا کہ میں نے سُنی سب یہ داستان
لاکھوں برس کی عمر ہو دیتے ہو ماں کو گیان[2]
لیکن جو میرے دل کو ہے درپیش امتحان
بچے ہو اس کا علم نہیں تمکو بے گمان
اس درد کا شریک تمہارا جگر نہیں
کچھ ماتا کی آنچ کی تمکو خبر نہیں

آخر ہے عمر ہے یہ مرا وقتِ واپسیں
کیا اعتبار آج ہوں دنیا میں کل نہیں
لیکن وہ دن بھی آئیگا اِس دِن لکو ہی یقیں
سوچوگے جبکہ روئی تھی کیوں مادرِ حزیں
اولاد جب کبھی تمہیں صورت دکھائیگی
فریاد اس غریب کی تب یاد آئیگی،

اِن آنسوؤں کی قدر تمہیں کچھ ابھی نہیں
باتوں سے جو بجھے یہ وہ دل کی لگی نہیں
لیکن تمہیں ہو رنج یہ میری خوشی نہیں
جاؤ سدھارو خوش رہو میں[3] روکتی نہیں

---

[1] مرگھٹ۔ [2] علم آلہی کا سبق [3] ماں کی محبت کا قدرتی جذبہ۔

دنیا میں بے حیائی سے زندہ رہوں گی میں
پالا ہے میں نے تم کو تو دکھ بھی سہوں گی میں

نشتر تھے رام کے لئے یہ حرفِ آرزو　　دِل ہل گیا سر کنے لگا جسم سے لہُو
سمجھے جو ماں کے دین کو ایمان و آبرو　　سُننی پڑی اُسے یہ خجالت کی گفتگو

کچھ بھی جواب بن نہ پڑا فکر و غور سے
قدموں پہ ماں کے گر پڑے آنسو کے طور سے

طوفان آنسوؤں کا زباں کر رہا تھا بند　　رُک رُک کے اِس طرح ہُوا گویا وہ دردمند
پہنچی ہے مجھ سے آپ کے دل کو اگر گزند　　مرنا مجھے قبول ہے جینا نہیں پسند

جو بے وفا ہے مادرِ ناشاد کے لئے
دوزخ یہ زندگی ہے اُس اولاد کیلئے

ہے دور اِس غلام سے خودرائی کا خیال　　ایسا گمان بھی ہو یہ میری نہیں مجال
گر سو برس بھی عمر کو میری نہ ہو زوال　　جو دَین آپ کا ہے ادا ہو یہ ہے محال

جاتا کہیں نہ چھوڑ کے قدموں کو آپ کے
مجبور کر دیا مجھے وعدہ نے باپ کے

آرام زندگی کا دکھاتا ہے سبز باغ!　　لیکن بہارِ عیش کا مجھ کو نہیں دماغ!
کہتے ہیں جسکو دھرم وہ دنیا کا ہے چراغ　　ہٹ جاؤں اس روش سے تو کُل میں لگیگا داغ[1]

بے آبرو یہ بنس نہ ہو یہ ہراس ہے

---

[1] خاندان۔

جس گود میں پلا ہوں مجھے اُس کا پاس ہے

بنباس پر خوشی سے جو راضی نہ ہونگا میں
کس طرح منہ دکھانے کے قابل ہونگا میں
کیونکر زبانِ غیر کے طعنے سہونگا میں
دنیا جو یہ کہے گی تو پھر کیا کہوں گا میں

لڑکے نے بے حیائی کو نقشِ جبیں کیا
کیا بے ادب تھا باپ کا کہنا نہیں کیا

تاثیر کا طلسم تھا معصوم کا خطاب
خود ماں کے دل کو چوٹ لگی سُن کے یہ جواب
غم کی گھٹا سے ہٹ گئی تاریکیِ عتاب
چھاتی بھر آئی ضبط کی باقی رہی نہ تاب

سرکا کے پاؤں گود میں سر کو اُٹھا لیا
سینہ سے اپنے لختِ جگر کو لگا لیا

دونوں کے دل بھر آئے ہُوا اور ہی سماں
گنگ و جمن کی طرح سے آنسو ہوئے رواں
ہر آنکھ کو نصیب یہ اشکِ وفا کہاں
اِن آنسوؤں کا مول اگر ہے تو نقد جاں

ہوتی ہے اِن کی قدر فقط دل کے راج میں
ایسا گہر نہ تھا کوئی دسرتھ کے تاج میں

---

# نیرنگ

## مقصودِ اُلفت

کیا مرے حسنِ دلآویز پہ تو مرتا ہے۔
شعلہ روئی پہ مری جان فدا کرتا ہے

یہ اگر سچ ہے تو جا مجھ سے محبّت مت کر نگہِ عشق رخِ مہر جہانتاب پہ ڈال

حسن بے مثل کو جسکے نہ اجل ہے نہ زوال

کم سنی پر مری مائل ہے طبیعت تیری حسنِ نوخیز سے وابستہ ہے اُلفت تیری

یہ اگر سچ ہے تو جا مجھ سے محبّت مت کر تیری اُلفت کے ہے قابل رخِ زیبائے بہار

جس پہ ہر سال نیا حسن نرالا ہے نکھار

چاہتا ہے مجھے تو کیا مری حشمت کیلئے دل ہے بیکل ترا میرے زر و دولت کیلئے

یہ اگر سچ ہے تو جا مجھسے محبّت مت کر چاہئے تجھ کو کرے بحر گہر خیز سے پیار

جس کے انمول جواہر کا نہیں کوئی شمار

پیار مجھسے ہے تجھے کیا مری اُلفت کیلئے دِل ہے پروانہ ترا شمع محبت کیلئے

یہ اگر سچ ہے تو کر مجھسے محبت پیارے بہتر از مہر و بہار ہے دلِ شیدا میرا

بحر میں بھی نہیں ایسا گہر مہر و وفا

# خوابِ ناز

اِس گھڑی آرام میں ہیں دو نظر کی بجلیاں چلبلی وہ مسکراہٹ وہ پیارے شوخیاں

جاگتی ہے ایک بھولا پن مثالِ پاسباں پیارے چہرے پر ہے چھایا ہائے کیا پیارا سماں

حسن کا اس دم عجب عالم فریب انداز ہے

وہ بہارِ باغِ خوبی محوِ خوابِ ناز ہے

روح پرور کرتا ہے یہ منظر عجب دلکش اثر جس طرف کو آنکھ اٹھاؤ چاندنی ہے جلوہ گر

منعکس ہوتا ہے اس چہرے سے کیا نورِ قمر چاندنی کی ہر کرن ہے ایک اُلفت کی نظر
چاند بھی گویا کہ اس جلوے سے محو دید ہے
ہاں مبارک ہو نگاہِ شوق تیری عید ہے

ہے غرورِ حُسن کی اس سادگی میں بھی جھلک ہر شعاعِ حُسن میں ہے برقِ خاطف کی چمک
نشترِ جاں ہے سکوں میں بھی ہر اک بانکی پلک اضطراب افزا ہے گھونگر والے بالوں کی مہک
ابروئے پیوستہ میں عشوہ ہے گو دزدیدہ ہے
مسکراہٹ ہے لبوں پر اب بھی گو خوابیدہ ہے

ہیں ہم آہنگِ خموشی غمزہ و ناز و ادا دیدۂ مشتاق ہے آئینہ ساں حیرت زدہ
اس چمن کی دلفریبی کی نہیں کچھ انتہا اے نگاہِ شوق بس گلگشت اس کی تا کجا
یہ نہ ہو ارماں کی بے تابیاں ہونے لگیں
جاگ اُٹھیں وہ تو تجھ سے بدگماں ہونے لگیں

## سالک

## ستارۂ سحر

رات جب طولِ شبِ ہجراں مرا غمخوار تھا ساری دنیا سو رہی تھی اور میں بیدار تھا
شب کی تاریکی مصیبتناک و وحشت خیز تھی محفلِ فطرت کی خاموشی جنوں انگیز تھی
ساعتیں گنتا تھا غم کی پاسداری کیلئے آسماں پر تھی نظر اختر شماری کے لئے

آسماں والوں نے جب افسردہ دل پایا مجھے دفعتہً اک اخترِ تاباں نظر آیا مجھے
میں نے پوچھا اس سے اے شب زندہ دارِ آسماں تیری ہستی سے منوّر ہے دیارِ آسماں
تیرے رخ کو کیا کہوں اختر کہوں گوہر کہوں یا عروسِ آسمانِ شرق کا جھومر کہوں
تو فلک کے میکدے کا ساغرِ سرشار ہے یا صدف میں آسماں کے اک درِ شہوار ہے
تیرے پیہم جھلملانے سے ہے پیدا اضطراب تو ہے میری بیقراری سے سراپا اضطراب
قاصدِ راحت ہی پیغامِ الم ہے کیا ہی تو جام ہے جھومر ہے دُر ہے اشکِ غم ہے کیا ہے تو

---

سُن کے تارے نے کہا "اے بلبلِ باغِ سخن" لیتا ہے تیرا تخیّل بھی جو تو ہے خستہ تن
اخترِ تابندۂ مشرق ہوں میں گوہر نہیں دُر نہیں آنسو نہیں جھومر نہیں ساغر نہیں
جسطرح دنیا کی ساری زیب و زینت دین سے ہے یہ مرا نورِ جبیں پابندِ آئین سے ہے

---

ہیں وداعِ شب کا پیغامِ حیا افروز ہوں پیشکارِ آفتابِ کائنات افروز ہوں
ٹوٹنے کو ہے ابھی تاریکیٔ شب کا طلسم ہے نمودِ سیمیائی بزمِ کوکب کا طلسم
محفلِ انجم سوئے مغرب رواں ہونے کو ہے موکبِ شاہنشہِ مشرق عیاں ہونیکو ہے

---

عالمِ علوی سے تجھکو نسبتِ دیرینہ ہے محشرستانِ محبت خیز تیرا سینہ ہے
آمدِ خورشید سے ہوگا مسرّت کا ظہور پھول باغوں میں کھلینگے چہچہائینگے طیور
صبح ہونیکو ہی اب تو بھی صبا رفتار ہو اے بہار افروزِ ہستی! زینتِ گلزار ہو

# تنہائی

ہنسوں تو اہلِ عالم سب شریکِ خندہ ہوتے ہیں
جو روؤں تو کوئی ہمدم نہیں جز رنجِ تنہائی
خوشی میں حصّہ لینے کے لئے تیار ہے دنیا
مگر کوئی نہیں سرمایۂ غم کا تمنّائی

جو گاؤں تو جوابِ نغمہ کہساروں سے سنتا ہوں
بھروں آہیں تو رہ جاتی ہیں معدومِ فضا ہو کر
صدائے بازگشت آتی ہے سُن کر نغمۂ عشرت
مگر نالوں سے کترا جاتی ہے نا آشنا ہو کر

مناتا ہوں خوشی تو مرجعِ اہلِ جہاں ہوں میں
مگر مغموم ہوتا ہوں تو سب آنکھیں چرا تے ہیں
زمانِ عیش ہی میں دوست ہیں دنیا کے باشندے
یہ میری داستانِ درد کب سُننے کو آتے ہیں

اگر خوش ہوں تو لاکھوں ہیں مرے احباب شیدائی
جو غم کھاؤں غمِ بے مہریٔ یاراں سے مرتا ہوں

مرے شغلِ مے گلگوں میں سب شرکت کے خواہاں ہیں
مگر تلخابۂ حسرت کے مے خانے میں تنہا ہوں

---

بچھاؤں خوانِ نعمت تو بہت ناخواندہ مہماں ہیں
نہیں ہے فاقہ مستی میں شریکِ حالِ بد کوئی
سخاوت زندگی میں کامیابی کی معاون ہے
مگر ہنگامِ مردن کر نہیں سکتا مدد کوئی

---

بساطِ محفلِ عشق و مسرت میں وہ وسعت ہے
کہ طول و عرض میں اس کے سما سکتی ہے اک دنیا
مگر اس تنگنائے غم میں اے دُنیا کے باشندو
گزرنا ہے ہجومِ بے کسی میں ہر بشر تنہا

---

# پیام حافظ

روحِ حافظ سے کہا میں نے کہ اے عشق طراز
تیرا سینہ ہے نہاں خانۂ اسرارِ نیاز
تجھ سے میں پوچھتا ہوں سرِّ معمائے حیات
کہ تجھے کہتے ہیں سب اہلِ صفا محرمِ راز

بے ثباتی ہے یہاں گزراں کی مشہور
بے صدا ہونے کو ہے ہستیٔ موہوم کا ساز
عشق کیا چیز ہے؟ اک محنتِ حرماں انجام
صرف تعمیرِ اجل خال و خطِ حُسنِ مجاز
کوئی دن جاتا ہے ہونے کو ہیں پیوندِ زمیں
عشق کی شانِ جنوں، حُسن کے ناز و انداز
ہر گھڑی چلّے پہ ہے ناوکِ صیّادِ اجل
کسی طائر کو بھلا کیا ہو دماغِ پرواز
جب فضا دہر کی ہے برقِ فنا سے معمور
کیوں اُڑے اوجِ تجسس پہ عمل کا شہباز
جامِ ہستی کا نتیجہ ہے جو خمیازۂ مرگ
ایسی مے پر تو نہیں چاہیئے فتوائے جواز
مصرع گور ہے جب مقطعِ نظمِ ہستی
فائدہ کیا جو ہوئے شعر سراپا اعجاز
سارے ہنگاموں کا انجام ہے جب خوابِ عدم
پھر یہ بے سود ہے سب جوش و خروش و تگ و تاز
خدشۂ مرگِ مفاجات۔ قناعت آموز
یہی بہتر ہے نہ ہو دامنِ امید دراز

---

سن چکا جب یہ خرافاتِ ہلاکت تاثیر
ہنس کے کہنے لگا وہ نازشِ خاکِ شیراز
"خیز و در کاسۂ زر آبِ طرب ناک انداز
پیش از آنکہ شود کاسۂ سر خاک انداز
عاقبت منزلِ ما وادیِ خاموشاں است
حالیا غلغلہ در گنبدِ افلاک انداز"

---

# حامد علی

## ہجومِ جلوہ

ابرِ رحمت کو برس کر عالم آرائی ملی    پتے پتے کو چمن میں شانِ رعنائی ملی
آنکھوں آنکھوں میں ہوئی آرائشِ بزمِ بہار    ذرے ذرے میں فسوں کو کارفرمائی ملی

---

وسعتِ گیتی پہ فرشِ سبزہ بچھ جانے لگا    لالہ و گل کو افق تک جلوہ آرائی ملی
چرخ پر قوسِ قزح سے موجِ رنگ اٹھنے لگی    مے کشوں کو چشمِ ساقی کی شناسائی ملی
جھومتی شاخوں پہ مرغانِ چمن کو ہر طرف    سبزہ پوشی، بادہ نوشی، نغمہ آرائی ملی

---

صحنِ گلشن میں کھنچی تصویر حسن و عشق کی    شاخِ گل پر گل سے ملنے عندلیب آئی ملی

خود نمائی کا تقاضا تھا وفورِ حسن کو
دیدہ شاعر کو اب محفل میں بینائی ملی

# تسکین

## نوائے عشق

عروسِ حسن میں، رنگیں گلوں میں لحن دلجو میں تیرا جلوہ تری نکہت تری آواز پاتا ہوں
جمالِ صبح نورآگیں میں شام عنبر آگیں میں تری نیرنگیوں کے نت نئے انداز پاتا ہوں
غرض ہر چیز میں مستور تیرا راز پاتا ہوں
بہار لالہ و گل سے چمن سے سبزہ زاروں سے تیرے حسن جہاں افروز کا اظہار ہوتا ہے
امنڈتے بادلوں سے بجلیوں سے آبشاروں سے جمالِ روح پرور کا ترے دیدار ہوتا ہے
فروغ حسن تیرا کاشفِ اسرار ہوتا ہے

## مہر

## رخصت اے ہندوستاں

رخصت اے ہندوستاں سوئے عرب جاتا ہوں میں گر وطن ہی تو، تری نسبت سے شرماتا ہوں میں

شمع افسردہ ہے تو۔ بیگانۂ سامانِ سوز ــــ اور میں پروانہ مشرب کشتۂ ارمانِ سوز
تیری وسعت میں جنوں کی پردہ داری چاہیے ــــ میرے دستِ شوق کو بے اختیاری چاہیے
تیری کلیونکی ہے زینت، اُلفت دامانِ غیر ــــ اور میں آتش بجاں۔ شعلہ زنِ دکانِ غیر
جاں بدن میں گو ترے باقی ہے، دل باقی نہیں ــــ یعنی میخانہ بھی ہے، بادہ بھی ہے، ساقی نہیں
لیکے شمعِ غم چلا ہوں وادیِ پرخار میں ــــ کیا سراغِ نافۂ لیلےٰ ملے گلزار میں

تیری غیرت سوز آبادی سے گھبراتا ہوں میں
رخصت اے ہندوستاں سوئے عرب جاتا ہوں میں

اب بسوں گا جا کے میں اس سرزمینِ پاک میں ــــ سو رہے ہیں سرورِ لولاک جسکی خاک میں
جسکے ذرے عرش کی آنکھوں کے تارے بن گئے ــــ میرے دل میں زندگانی کے شرارے بن گئے
دیدۂ کوثر ہے پرنم جس کے زمزم کے لئے ــــ سرمہ جسکی خاک ہے چشمِ دو عالم کے لئے
جسکے فاراں کا غبارِ راہ طور افروز ہے ــــ منزلِ ہستی کا ہر ذرہ ضیا اندوز ہے
حسنِ فطرت کی امیں ہے جسکی صحرائی بہار ــــ کر دیا عہدِ ازل، جس نے ابد سے ہمکنار

ہے ہوائے گرم جسکی روحِ عشق و جانِ عشق
اے خوشا پیمانِ اُلفت، اے خوشا ارمانِ عشق

دے رہا ہے نجد پھر طوق و سلاسل کا پیام ــــ قیس کے کانوں میں پھر پہنچا ہے محمل کا پیام
پھر بپا ریگِ عرب میں محشرِ پرواز ہے ــــ پھر جنوں کی ترکتازی کا وہی انداز ہے
پھر ہوسناکی سے ہے زور آزما عشقِ غیور ــــ پھر فضائے سطوتِ باطل میں ہے شورِ نشور
تھی جہانگیری کی جس کے ساربانوں کی تلاش ــــ پھر جہاں کو ہے اسی کے کاروانوں کی تلاش
راہِ یثرب میں سراغِ زندگی پاتا ہوں میں ــــ رخصت اے ہندوستاں سوئے عرب جاتا ہوں میں

# شاکر میرٹھی

## حسرتِ پرواز

پابند دام غم ہوں ہیں مبتلائے ہستی
دم گھونٹتی ہے میرا قیدِ جفائے ہستی

اک گوشۂ قفس ہے مجھ کو فضائے ہستی
اک تنگ و تار زنداں ہے تنگنائے ہستی

تنگ آگیا ہوں یارب! ہنگامۂ جہاں سے
ہوتا اگر کبوتر اُڑ جاتا میں یہاں سے

چھائی ہوئی گھٹائیں ہیں مرگ ناگہاں کی
اور سخت روح فرسا ہیں شورشیں جہاں کی

مجھ ناتواں میں یارب! طاقت نہیں فغاں کی
اٹھتی نہیں ہیں کڑیاں اب قیدِ جسم و جاں کی

تنگ آگیا ہوں یارب ہنگامۂ جہاں سے۔ الخ

چھائی ہوئی ہیں ہر سُو غم کی یہاں گھٹائیں
پُر خار راستہ ہے اور سینکڑوں بلائیں

تیزی ہے دھوپ کی اور جان غم رسیدہ ہائے
اِک جان ناتواں پر کیا کیا نہیں جفائیں

تنگ آگیا ہوں یارب ہنگامۂ جہاں سے۔ الخ

سایہ نہیں ہے کوسوں اشجار خوشنما کا
اور سخت پُر خطر ہے جادہ رو فنا کا
شعلہ جحیم کا ہے جھونکا ہر اک ہوا کا
وحشت فزا ہے منظر اس دشت کی فضا کا
تنگ آگیا ہوں یارب ہنگامۂ جہاں سے۔ الخ

سامان یہاں محن کے آنسو یہاں ہیں غم کے
پھندے یہاں ہوس کے جھگڑے ہیں بیش و کم کے
ہیں جانگزا مشاغل فریاد دم بہ دم کے
کانٹے خلش فزا ہیں اس دشت پر الم کے
تنگ آگیا ہوں یارب ہنگامۂ جہاں سے۔ الخ

آنکھوں میں پھر رہا ہے نقشہ مرے وطن کا
پہنچوں میں کاش! اُڑکر بلبل ہوں جس چمن کا
میں ناتواں ہوں بتلا درد و غم و محن کا
عبرت فزا ہے منظر اس وادی کہن کا
تنگ آگیا ہوں یارب ہنگامۂ جہاں سے۔ الخ

اے جذب شوق لے چل اس کنج دلنشیں میں
شادابیاں برستی ہیں جس کی سرزمیں میں
ہوں مضطرب فراق سرو گل وسمیں میں
طاقت نہیں جدائی کی اب دل حزیں میں
تنگ آگیا ہوں یارب ہنگامۂ جہاں سے۔ الخ

واں زندگی کے چشمے یاں ہے سراب ہستی
واں ہیں بقا کے ساماں یاں انقلاب ہستی
نقش فنا یہاں ہے تصویر خواب ہستی
ناآشنائے شب ہے واں آفتاب ہستی
تنگ آگیا ہوں یارب! ہنگامۂ جہاں سے۔ الخ

# نظیر

## تلاشِ سکوں

لالہ و گل کا جوش ہے
غنچہ سبو بدوش ہے
نغمۂ ناؤ نوش ہے
سازِ جنوں فروش ہے
رخصتِ عقل و ہوش ہے — دل کو مگر سکوں کہاں
ساقیٔ پاکباز ہے
مطرب دلنواز ہے
جلوہ گہِ حجاز ہے
انجمن نیاز ہے
آپ وہ چارہ ساز ہے — دل کو مگر سکوں کہاں

---

## تضمین

دشتِ غربت میں ملی مجنوں سے لیلیٰ ناگہاں — اور کہا اے قیسِ عامر اے گرفتارِ فغاں
غم کے ہاتھوں مٹ چکا حسنِ جہاں آرا مرا — ہو چکا محروم موجِ آب سے دریا مرا

اب مری آنکھیں نگاہِ ناز سے محرم نہیں
اب مرے گیسوئے پیچاں میں وہ پیچ و خم نہیں

نغمہ ہائے دلبری سے اب زباں بیزار ہے
سوزِ غم سے ہر نفس آہنگِ موسیقار ہے

جسکا تو سرشار ہے وہ جامِ صہبا اب کہاں
جسکا تو بیمار ہے وہ رشکِ عیسیٰ اب کہاں

جسکا تو جویا ہے وہ رنگِ تماشا ہی نہیں
جسکا تو مجنوں ہے وہ اندازِ لیلےٰ ہی نہیں

یہ سخن سنکر کہا مجنوں نے اے کیواں جناب
تارِ محمل پر ترے قرباں شعاعِ آفتاب

حسنِ دلکش کے لئے دنیا نہیں جائے قرار
کس بشر کو اس فنا انجام پر ہے اعتبار

دامِ ہستی میں مثالِ ماہیِ بے آب ہے
عشق کی آغوش سے یہ سنگدل بیتاب ہے

لیکن آزادی کہاں ممکن ہے اِس زنجیر سے
عشق بن جاتا ہے آخر عشق کی تاثیر سے

چشمِ باطن سے جو دیکھیں تو نمایاں ہے وہی
سوز و سازِ عشق کے پردے میں پنہاں ہے وہی

چھپ گیا ہے یہ ستم آرا قبائے عشق میں
ہے نقابِ حسن اب پنہاں نقابِ عشق میں

عاشقانِ نکتہ داں سے کب نہاں ہے یہ سخن
شورِ بلبل کم نہ گردد گر رود گل از چمن

حسن بے بنیاد باشد عشق بے بنیاد نیست

## اگر میں اخترِ افلاک ہوتا

فلک کا طرّۂ دستار ہوتا
سراپا دیدۂ بیدار ہوتا
سرور بادۂ دیدار ہوتا

جہاں کا محرم اسرار ہوتا
زمیں کا ذرہ ذرہ یار ہوتا
اگر میں اخترِ افلاک ہوتا

فلک والوں پہ کرتا حکمرانی
نہ سنتا مہ وشوں کی لن ترانی
دکھاتا جلوۂ حسنِ معانی
سکوں میں ڈالتا روحِ روانی
سراپا سیر ہوتی زندگانی
اگر میں اخترِ افلاک ہوتا

عقیق و لعل سے ممتاز ہوتا
مجھے گردوں پہ رہ کر ناز ہوتا
کبھی عشاق کا ہمراز ہوتا
کبھی طائر کا ہم آواز ہوتا
کبھی رہ گیر کا دمساز ہوتا
اگر میں اخترِ افلاک ہوتا

غرض رکھتا نہ بزمِ دو جہاں سے
ملا دیتا زمیں کو آسماں سے
اُٹھا دیتا یہ پردہ درمیاں سے
بگڑ جاتا حیاتِ جاوداں سے
نکل جاتا پرے کون و مکاں سے
اگر میں اخترِ افلاک ہوتا

# عورت سے خطاب

اے تو کہ تیرا حسن ہے دنیا کی آبرو
ہے تیرے دم سے لذتِ صہبائے آرزو

آدم نے اہلِ قدس کو حیران کر دیا
جنّت کو تیرے حُسن پہ قربان کر دیا

میخانۂ حیات میں وارفتہ ہوش ہے
فطرت تیرے جمال کی حلقہ بگوش ہے

عشق و جنوں ہیں خاک بسر تیری راہ میں
مدہوش ہے بہار تری جلوہ گاہ میں

یہ نور یہ سرور یہ دامانِ کوہسار
یہ جوئے تیز گام یہ آہنگِ آبشار

یہ صبح یہ شفق یہ ستارے یہ آسماں
یہ برق یہ سحاب یہ دامانِ گلستاں

بھیگا ہوا سماں یہ کنارِ محیط کا
یہ ملگجا سا رنگ فضائے بسیط کا

کوکو یہ قمریوں کی یہ نغمے ہزار کے
یہ باصرہ فروز مناظر بہار کے

دہرِ بلند و پست میں مخمور ہیں تمام
تیرے طلسمِ حسن سے مسحور ہیں تمام

آ اِس جہاں میں روح کو دلشاد کر دکھائیں
معمورۂ خراب کو آباد کر دکھائیں

آ ربطِ حسن و عشق سے ڈالیں بنائے نو
پیدا کریں ریاضِ جہاں میں فضائے نو

ڈھونڈے اگر فغاں تو مقامِ سکوں نہ پائے
ساری فضا میں ایک ترنم سا دوڑ جائے

ہر رہگذر میں سبزہ و گل کا وفور ہو
فطرت کا اضطراب سراپا سرور ہو

افلاک ہوں اسیر حصارِ خیال میں
تارے بھی ڈوب جائیں محیطِ جمال میں

آ پھر خدا کے گھر سے بتوں کو نکال دیں
آ پھر اسی طرح لِ کہن کو اچھال دیں

# عشق

اک سوز دل پسند کہ بھاتا ہے روح کو
اِک دردِ لادوا کہ جگاتا ہے روح کو

غم ہے کہ جس میں دِل کیلئے لطف عام ہے
مَے ہے کہ جس سے ہوش میں آنا حرام ہے

ہے کارزار دل میں غم ویاس کا خروش
روتی ہے بات بات پہ چشمِ گہر فروش

چاروں طرف نمودِ فصیلِ جمال ہے
وہ شہر ہے کہ جس سے نکلنا محال ہے

سامانِ عقل و ہوش تو برباد ہو چکا
دل ہے سو اِس حصار میں آباد ہو چکا

ہر چند پائمالِ غمِ روزگار ہے
لیکن اِسی طلسمِ بلا پر نثار ہے

ہوش و حواس گم ہیں اِنہیں کے خیال میں
کشتی ڈبو چکا ہے محیطِ جمال میں

عشاق کے لہو سے ہے گلپوش کائنات
ہے چور ضربِ عشق سے ہر شیشۂ حیات

شاہانِ سربلند کو مارا ہے عشق نے
تختِ شہنشہی سے اتارا ہے عشق نے

مومن بہت سے دشمنِ ایمان و دیں کئے
خنجر کی نذر اس نے ہزاروں حسیں کئے

باغِ جہاں کے پھول ملائے ہیں خاک میں
اوجِ فلک کے چاند چھپائے ہیں خاک میں

---

# مومنہ دوشیزہ

اک مومنہ کہ سرورِ ریاضِ شباب ہے
بلقیس انتساب ہے مریم جناب ہے

اِک برق شعلہ دم ہے فرازِ کمال کی
اِک حور دلربا ہے بہشتِ جمال کی

یکسر سرورِ جاں ہے وفورِ شباب ہے ‏ ‏ مینا ہے اِک کہ پر ہے مئے شعلہ تاب ہے
اک پاکبازِ حسن میں جلوے ہزار ہیں ‏ ‏ دوشیزگی پہ قدسِ مَلَک بھی نثار ہیں
ایماں کی روشنی سے منوّر دماغ ہے ‏ ‏ سینہ نہیں ہے طاقِ حرم کا چراغ ہے
مصروفِ حمد و نعت ہے یہ پردہ گاہ میں ‏ ‏ یا عائشہ ہے محملِ عصمت پناہ میں
حُسنِ غرور پیشہ رہینِ نیاز ہے ‏ ‏ رگ رگ میں دردِ عشقِ رسولِ حجاز ہے
چشمِ حیا پرست سے بہتا ہے خونِ دل ‏ ‏ کھویا گیا ہے محشرِ غم میں سکونِ دل
وہ دل پسند رنگ میں اِس صبحِ ناز پر ‏ ‏ اِک آہِ دردزا ہے لبِ جاں نواز پر
کہتی ہے شامِ غم کی سنا ہے سحر نہیں ‏ ‏ اپنے مآل کی مجھے مطلق خبر نہیں
اے خالقِ زمین و زماں نوجواں ہوں میں ‏ ‏ اِس عمر میں اسیرِ غمِ جاوداں ہوں میں
آرامگاہ میں مرے دل کو سکوں نہیں ‏ ‏ پھر اور کیا ہوا ہے مجھے گر جنوں نہیں
اِک آہِ سرد شام و سحر ہے زبان پر ‏ ‏ کیسا عذاب ہے مری ننھی سی جان پر
یہ نوعروسِ صبح کا زاہد فریب حُسن ‏ ‏ یہ وادیوں کا دامنِ صبر و شکیب حسن
یہ ابرِ تیرہ فام یہ برقِ شرر فشاں ‏ ‏ یہ خاک سبزپوش یہ نیلا سا آسماں
یہ باغ کا ہر ایک شجر محشرِ بہار ‏ ‏ یہ صبح و شام بلبل و طاؤس کی پکار
یہ کوہ سربلند یہ مسکن غرور کے ‏ ‏ یہ دل فریب سین نشاط و سرور کے
تڑپا رہے ہیں درد دلِ بیقرار کو ‏ ‏ کیا ہو گیا ہے قدرتِ پروردگار کو

دل میں مرے یہ کس کا غمِ جاں خراش ہے
اتنا بھی جانتی نہیں کس کی تلاش ہے

# سیماب

## پرستارہ

(پرستش کے بعد)

اے شعاعِ صبح زا، او شعلۂ برقِ جمال — کس قدر باکیف تیرا جلوۂ جانانہ ہے
جاذبِ نشترِ نگاہِ برہمن ہے تیری چال — آتشیں چہرہ ترا، شمعِ درِ بت خانہ ہے
تو ثریا ہے کہ پرویں ہے، کہ مہ پارہ ہے تو

ہے غرورِ حسن کا فتنہ کوئی برپا مگر — یا کھڑی ہے اک پری، جو مائلِ پرواز ہے
جا رہی ہے آج پھر زہرہ زمیں سے چرخ پر — ہاتھ میں آنچل ہے، اور صرفِ خرامِ ناز ہے
ہے ترے انداز سے ثابت[1]، کہ سیّارہ ہے تو

رونقِ کاشانۂ دل ہو، خدا کے واسطے — آنکھ وابستہ ہے تیرے جلوۂ بیگانہ سے
تو دوا بن جا دلِ دردآشنا کے واسطے — آ مرے دل میں اتر کر زینۂ بتخانہ سے
آہ! کیوں مثلِ نگاہِ شوق آوارہ ہے تو

برہمن کو ہے ترے اندازِ کافر سے نیاز — ہے تصدّق تجھ پہ ہر بت کی نگاہِ آرزو
نازشِ طاعت ہے تیرا جلوۂ بتخانہ ساز — کچھ خبر بھی ہے تجھے او سجدہ گاہِ آرزو
وہ پجاری ہے ترا جس کی پرستارہ ہے تو

[1] ستارے دو قسم کے ہیں۔ ایک ثابت ایک سیارہ۔ یہاں ثابت میں ابہام ہے۔

# ولی

## عشرتِ امروز

پردۂ صبح میں مستور ہوا روئے قمر
ہیں نمایاں اُفقِ چرخ پہ انوارِ سحر

بادۂ نور سے معمور ہے جامِ خورشید
آگئی بادِ سحر لے کے نویدِ اُمید

آج ہر چیز پہ چھائی ہوئی زیبائی ہے
عالمِ کون ہمیں پیکرِ رعنائی ہے

گلستاں میں نظر افروز ہے نظارۂ گل
آبِ شبنم سے ہیں دھوئے ہوئے رخسارۂ گل

بزمِ فطرت میں مہیا ہوئے سامانِ نشاط
اُفقِ چرخ پہ پھولا ہے گلستانِ نشاط

جوش میں آگئے سب زمزمہ پردازِ چمن
نغمۂ سوز سے لبریز ہوا سازِ چمن

دیکھ اے دیدۂ مشتاق تماشائے حیات
منظرِ صبح ہے سرگرمِ تقاضائے حیات

کان رکھتا ہے تو سن زمزمۂ "قم" غافل
آج ہر چیز ہے مصروفِ ترنم غافل

بربطِ دہر ہے معمورِ نوائے عشرت
دیتی ہے موجِ نسیم آکے صلائے عشرت

نو بہار است دراں کوش کہ خوشدل باشی
کہ بسے گل بدمد باز و تو در گل باشی

آ میری آنکھ سے مستور کدھر ہے ساقی
بادۂ خواب سے مخمور کدھر ہے ساقی

مغتنم باغِ جہاں میں ہے بہارِ ہستی
صرصرِ مرگ اُڑا دیگی غبارِ ہستی

خاک انجام ہے تاجِ سرِ سلطانی کا
کیا بھروسہ ہے یہاں زندگیٔ فانی کا

زیست ہر لحظہ تری حلقۂ آفات میں ہے
چونک اب بھی کہیں غافل کہ قضا گھات میں ہے

"فکرِ فردا" و "غمِ دوش" عبث ہے غافل
"حال" پر چاہیے ہر وقت نظر اے غافل

"حاصلِ وقت" کو کر عیش و مسرت میں بسر
صدمہ و غم میں عبث عمر کو برباد نہ کر

یک نظر بیش نہیں فرصتِ عمرِ فانی
قبر میں لیکے نہ جا حسرتِ عمرِ فانی

دامن اپنا درِ مقصود سے بھر لے غافل
کام دنیا میں جو کرنا ہے وہ کر لے غافل

دہر میں "عشرتِ امروز" کا ہے راز یہی
دیتے ہیں درسِ عمل "ہاتفِ شیراز" یہی

؎ خیز و در کاسۂ زر آبِ طربناک انداز
پیش از آنے کہ شود کاسۂ سر خاک انداز

---

# شاد

## نیرنگ خواب

آہ اے خوابِ مسرت آہ اے خوابِ نشاط
حسرت افزا کس قدر ہے تیری بزمِ انبساط

پھر مری آنکھوں میں آ جا چشمِ حیراں کی قسم
جلوہ ہائے حسن کے اندازِ پنہاں کی قسم

پھر نگاہوں کو ہی حسرت ہے تجھسے بعد ہوش شوق
دیدۂ بیدار ہیں کھولے ہوئے آغوش شوق

---

لے رہا ہوں کروٹیں ہیں دردمندِ شوق پھر
کاش پھینکوں بام پر تیرے کمندِ شوق پھر
عالمِ بالا میں یارانِ عدم سے جا ملوں
پھر نئی دنیا میں یارانِ عدم سے جا ملوں

---

شعبدہ ہے سحر ہے نیرنگ ہے جادو ہے تو
اک ادائے دلربا اک عشوۂ دلجو ہے تو

---

ہوگئیں بچپن کی راتیں گود میں تیری بسر
تیرے دامن میں گئی شامِ جوانی بھی گذر
عالمِ ہستی ہے جسکا خوابِ ہستی سے جدا
مستیاں ہیں جسکی تیری کیفِ مستی سے جدا
آہ! وہ خوابِ سکوت افزا وہ خوابِ بیخودی
سونیوالے جسکے ہیں مستِ شرابِ بیخودی
جستجو آنکھوں کو اس خوابِ تحیّر زا کی ہے
حسرتِ دیدار اب اُس عالمِ رویا کی ہے
خفتگانِ خاک جسکے بے خبر دنیا سے ہیں
شیخ و صوفی مست جسکی لذتِ صہبا سے ہیں

---

# ارشد

## مفہوم خموشی

اے نگاہِ نازنیں! دوشیزہ نازآفریں
کیا مرے جذباتِ الفت کا تجھے احساس ہے؟

کہہ رہی ہیں تیری معنی خیز نظریں اے حسین　　"دل سے دلکو راہ ہے اور دلکا دلکو پاس ہے!"

---

# سحر

## غریب کسان

وطن میں بھی تو نہیں انبساط کا ساماں　　یہ آہ، کیا تری حالت ہے، او غریب کسان،
تباہیوں سے نشیبِ زوال میں رہنا　　تمام سال اسی ایک حال میں رہنا
وہ محنتیں کہ کچھ آرام کا لگاؤ نہیں　　سحر وہ جس سے کبھی شام کا لگاؤ نہیں!
فشارِ دل سے بنا ہی جو یہ خزانہ ترا!　　لہو کی بوند ہے خرمن میں دانہ دانہ ترا!
یونہی مدام ہے محنت کی گو لگن تجھ کو　　مگر نصیب نہیں ثمرۂ محن تجھکو
ترا ہی کام ہے اس طرح خود بسر کرنا　　کھلا کے غیر کو پھر آپ بھوک سے مرنا
تجھی پہ ملک کی دولت کا انحصار ہے آج　　اور آہ تو ہی خود افلاس کا شکار ہے آج
وقار قوم کا گو ایک ہی کفیل ہے تو،　　غضب ہے پھر کہ نگاہوں میں یوں ذلیل ہے تو
عتاب لائیں یہ خود غرضیاں کرم کے عوض　　خوشی کسی کو ملے آہ تیرے غم کے عوض
گرے ہوئے کا بھلا دستگیر کون بنے؟　　شریک ہو کے ترا، خود حقیر کون بنے؟
ملے کبھی نہ تجھے پیٹ بھر جو کھانے کو　　کہاں سے آئے ترے اوڑھنے بچھانے کو؟
وہ اضطراب ہے اک حال ہے جو اسی کا　　غم و درد ہے وہ چہرہ پہ رنگ اُداسی کا

---

# خالد

## انسان

حسن نے رنگینیاں لی ہیں مری تصویر سے
عشق سوزاں ہے مرے جذباتِ آتش گیر سے

ذرہ ہوں ظاہر میں لیکن آفتاب آشام ہوں
کسبِ ضو کرتا ہے اک عالم مری تنویر سے

جلوہ ہائے حسن کے اندازِ پنہاں کا اثر
آشکارا ہے مرے سوزِ جنوں تاثیر سے

ذرے ذرے میں پریشاں ہے مری جلووں کا عکس
چشمِ کن روشن ہے میری شمع کی تنویر سے

منتہائے ہمتِ ہستی مرا فکرِ بلند،
حسنِ فطرت نے نمو پائی مری تعمیر سے

رازدارِ شوکتِ بیتابیٔ فطرت ہوں میں
بزم قائم ہے تو میرے جذبۂ تسخیر سے

میں تلون آشنا ہوں پیکرِ احساس و درد
میری فطرت ہے گریزاں عقل کی زنجیر سے

نغمہ زارِ زندگی میں پیش آہنگ ہوں
رونقِ محفل ہے میری گرمیٔ تقریر سے

میری صہبا کی کوئی دیکھے ذرا شانِ گداز
خود پگھل جاتی ہے مینا تابشِ تاثیر سے

میری فطرت ہے امینِ شانِ نیرنگِ خیال
حسنِ نازِ لم یزل پیدا مری تصویر سے

رستخیزِ زندگی میں موت ہے پیغامِ عیش
زندہ رہتا ہوں مگر آبِ دمِ شمشیر سے

میری ہستی کو سمجھ رکھا ہے خوابِ دلپذیر
بیخبر ہیں سب مگر اس خواب کی تعبیر سے

پردۂ رسمِ پرستش ہے نقابِ عارضی
جلوے تیرے ہی درخشاں ہیں مری تصویر سے

سوز و سازم دادہ اند حسنِ تمام دادہ اند
من فگارِ آرزو را شوقِ کامم دادہ اند

وہ خوش خرام تھی یکسر نگار خانۂ چیں — بنا ہو جو چمنستانِ آذری کے لئے
فسونِ حسن کی وہ دلفروز رنگینی — ہوئی ہو باعثِ غیرت جو سامری کیلئے
وہ تھی اداؤں میں پروردۂ نگارِ ازل — ہر ایک شے نے سبق اس سے دلبری کیلئے
مگر وہ دور بھی آیا کہ اس تسلسل میں — وہ بیقرار ہوئی غم کی تازگی کیلئے
فرازِ عرش سے آئی زمینِ خاکی پر — کہ مضطرب تھی وہ لطفِ فتادگی کیلئے
ریاضِ دہر میں وہ بیقرار ہو کے پھری — مزے تلاش میں اُسنے کلی کلی کیلئے

اُسی کی روح پہ یہ اضطراب طاری ہے
اُسی کی روح سے نغموں میں بیقراری ہے

---

## "ایک تصویر کو دیکھ کر"

ورق ہے یہ آئینہ دارِ لطافت — غضب ہیں یہ نقش و نگارِ لطافت
کمالِ نزاکت بہارِ لطافت — رواں ہے کوئی آبشارِ لطافت

وفورِ جنونِ محبت سے رنگیں
مصوّر کے خونِ محبت سے رنگیں

وہ نقشہ کہ چشمِ تماشا پریشاں — وہ صورت کہ صورت گرِ حسن حیراں
جمالِ پریشاں بہارِ گلستاں — سراپا ہے تصویر یہ صبحِ خنداں

جوانی بھی ایسی کہ فانی نہیں ہے
قیامت ہے برپا جوانی نہیں ہے

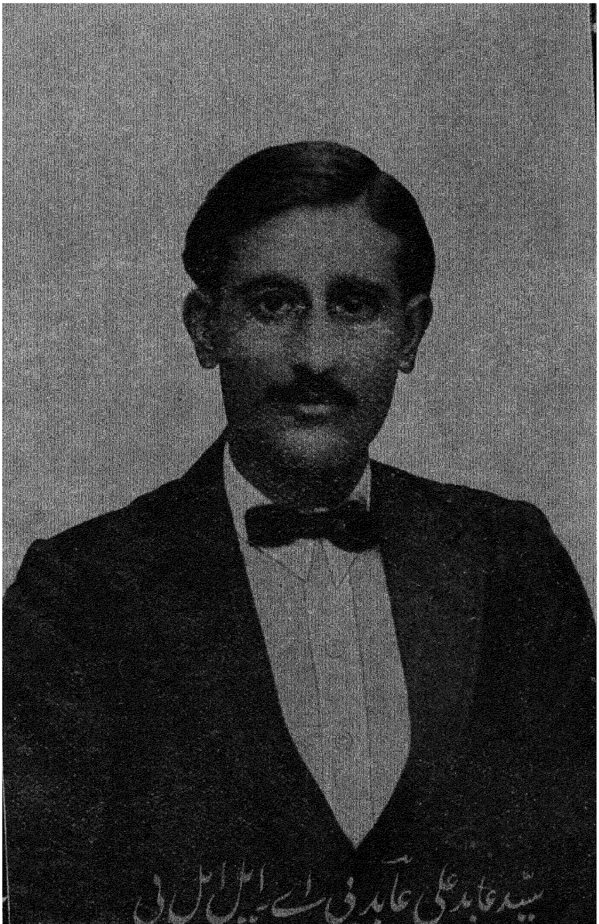
سید عابد علی عابد بی اے ایل ایل بی

# خالد

## انسان

حسن نے رنگینیاں لی ہیں مری تصویر سے
عشق سوزاں ہے مرے جذباتِ آتش گیر سے

ذرّہ ہوں ظاہر میں لیکن آفتاب آشام ہوں
کسبِ ضو کرتا ہے اِک عالم مری تنویر سے

جلوہ ہائے حسن کے اندازِ پنہاں کا اثر
آشکارا ہے مرے سوزِ جنوں تاثیر سے

ذرّے ذرّے میں پریشاں ہے مری جلووں کا عکس
چشمِ کُن روشن ہے میری شمع کی تنویر سے

منتہائے ہمتِ ہستی مرا فکرِ بلند،
حسنِ فطرت نے نمو پائی مری تعمیر سے

رازدارِ شوکتِ بیتابیِ فطرت ہوں میں
بزم قائم ہے تو میرے جذبۂ تسخیر سے

میں تلوّن آشنا ہوں پیکرِ احساس و درد
میری فطرت ہے گریزاں عقل کی زنجیر سے

نغمہ زارِ زندگی میں میں ہمیش آہنگ ہوں
رونقِ محفل ہے میری گرمیِ تقریر سے

میری صہبا کی کوئی دیکھے ذرا شانِ گداز
خود پگھل جاتی ہے مینا تابشِ تاثیر سے

میری فطرت ہے امینِ شانِ نیرنگِ خیال
حُسن نازِ لم یزل پیدا مری تصویر سے

رستخیزِ زندگی ہیں موت سے پیغامِ عشق
زندہ رہتا ہوں مگر آبِ دمِ شمشیر سے

میری ہستی کو سمجھ رکھا ہے خوابِ دلپذیر
بیخبر ہیں سب مگر اس خواب کی تعبیر سے

پردۂ رسمِ پرستش ہے نقابِ عارضی
جلوے تیرے ہی درخشاں ہیں مری تصویر سے

سوز و سازم دادہ اند حسنِ تمامم دادہ اند
من فگارِ آرزو زا شوقِ کامم دادہ اند

وہ خوش خرام تھی یکسر نگار خانۂ چیں
بنا ہو جو چمنستانِ آذری کے لئے

فسونِ حسن کی وہ دلفروز رنگینی
ہوئی ہو باعثِ غیرت جو سامری کیلئے

وہ تھی اداؤں میں پروردۂ نگارِ ازل
ہر ایک شئے نے سبق اس سے دلبری کیلئے

مگر وہ دور بھی آیا کہ اس تسلسل میں
وہ بیقرار ہوئی غم کی تازگی کیلئے

فرازِ عرش سے آئی زمین خاکی پر
کہ مضطرب تھی وہ لطفِ فتادگی کیلئے

ریاضِ دہر میں وہ بیقرار ہو کے پھری
مرے تلاش میں اُس نے کلی کلی کیلئے

اُسی کی روح پہ یہ اضطراب طاری ہے
اُسی کی روح سے نغموں میں بیقراری ہے

---

## "ایک تصویر کو دیکھ کر"

ورق ہے یہ آئینہ دارِ لطافت
غضب ہیں یہ نقش و نگارِ لطافت

کمالِ نزاکت بہارِ لطافت
رواں ہے کوئی آبشارِ لطافت

وفورِ جنونِ محبّت سے رنگیں
مصوّر کے خونِ محبت سے رنگیں

وہ نقشہ کہ چشمِ تماشا پریشاں
وہ صورت کہ صورت گرِ حسن حیراں

جمالِ پریشاں بہارِ گلستاں
سراپا ہے تصویر یہ صبحِ خنداں

جوانی بھی ایسی کہ فانی نہیں ہے
قیامت ہے برپا جوانی نہیں ہے

ستارے ہیں افشاں کے لوحِ جبیں پر　　اُتر آئی رونق فلک کی زمیں پر
عیاں ہیں شکن گیسوئے عنبریں پر　　نظر کیا جمے اِس رُخِ آتشیں پر
گلابی لبوں پر ضیائے تبسم
جنوں خیز ہے یہ ادائے تبسم

یہ کافر نگاہیں یہ مے نوش آنکھیں　　شرابِ تخیّل سے مدہوش آنکھیں
غرورِ مسرت سے بے ہوش آنکھیں　　ازل تک رہینگی وفا کوش آنکھیں
فنا کے تصور سے آزاد ہیں یہ
محبت کی بستی میں آباد ہیں یہ

وہ ہنگامہ عاشقی کے زمانے　　اِدھر سے تقاضے اُدھر سے بہانے
وفا کے تماشے جنوں کے ترانے　　زبانوں پہ رہ جائینگے بس فسانے
مگر تیری آنکھوں کی مستی رہے گی
شرابِ محبت برستی رہے گی

---

## مُصوّر

دیوانۂ رنگ و بُو مصوّر　　پروانۂ جستجو مصوّر
ہے فلسفہ حیات میں غرق　　شادابیٔ کائنات میں غرق
بُت خانۂ آذری نظر میں　　اسرارِ شگفتگی نظر میں
مے نوشِ جمال ہیں نگاہیں　　شاداب خیال ہیں نگاہیں

مہکنے لگی حُسن والوں کی دُنیا

کتابِ محبّت کی تفسیر شاعر گُلِ حسنِ فطرت کی تصویر شاعر
ضیائے لطافت کی تنویر شاعر ہر اک خوابِ عشرت کی تعبیر شاعر
شرابِ تخیّل سے مخمور ہے وہ
مصیبت میں ہے اور مسرور ہے وہ
ہُوا حکم جاری درِ آفرینش اٹھائے وہ بارِ غمِ آفرینش
نگاہوں میں اس کی نمِ آفرینش دلِ مضطرب میں سمِ آفرینش
وفا کے فسانوں پہ خوں رونے والا
محبّت کی آغوش میں سونے والا

---

## ”ماہ جبینوں کی سیر“

پھر نمودار ہیں بہار کے رنگ سرخوشی ہائے بیشمار کے رنگ
بادہ ومطرب ونگار کے رنگ کیف ہائے سیاہ کار کے رنگ
روح افروز ہے ادائے بہار
دل میں رقصاں ہیں مہ جبہائے بہار
کیا فقط دامنِ چمن میں ہیں پھول کوہ میں دشت میں وطن میں ہیں پھول
گلعذاروں کے پیرہن میں ہیں پھول بادہ نوشوں کی انجمن میں ہیں پھول
پھول ہی پھول ہر چہار طرف

بلبلوں کا ہجوم صف در صف

موجہائے نسیم عنبر بیز ہے فضا باغ کی سرور آمیز
ہے گلوں کا وفور کیف انگیز کیف اور کیف بھی نہایت تیز

.................

.................

سیر کو گلعذار نکلے ہیں غیرتِ صد بہار نکلے ہیں
مثلِ برق و شرار نکلے ہیں یعنی مستانہ وار نکلے ہیں

ناز سے بار بار اٹھلانا
اف وہ بے اختیار اِٹھلانا

مشق گلبازیوں کی گلشن میں پھول ڈالے ہوئے ہیں دامن میں
محو ہر ایک چلبلے پن میں سب کی سب طاق ہیں وہ اِس فن میں

کر رہی ہیں زمیں پہ بارشِ گل
بڑھ گئی اُن کے دم سے تابشِ گل

پھول چاروں طرف پریشاں ہیں ان پہ وہ ناز سے خراماں ہیں
باغِ فردوس کی یہ پریاں ہیں دور کچھ جنگلوں میں رقصاں ہیں

اک جگہ پر انہیں قرار نہیں
اپنی شوخی پہ اختیار نہیں

آہ یہ رنگ یہ جمال یہ نور ماند ہو جس کے آگے جلوۂ طور
میری آنکھیں ہوئی ہیں غرقِ سرور جیسے پی لے کوئی شرابِ طہور

شوق کا کچھ اثر نہ ہو جائے
اِن کو میری نظر نہ ہو جائے

---

## شامِ گرما

شامِ گرما بہار پیکر ہے، کس قدر دلفروز منظر ہے
ہر گلِ تازہ تر معطّر ہے بوستاں کی فضا معنبر ہے
دلربا ہے کنارِ جو کی ہوا
واہ کیا ہے کنارِ جو کی ہوا

ضوفشاں ہے فلک پہ ماہِ مبیں چاندنی سے چمک اٹھی ہے زمیں
ہو گئی ہے ہر ایک شے سیمیں تابشِ نور کا جواب نہیں
خاک پر سر بسر ہے بارشِ نور
تا بحدِّ نظر ہے بارشِ نور

کچھ تبسّم نہاں ہے تاروں میں کچھ ترنّم ہے آبشاروں میں،
پھول کھلتے ہیں لالہ زاروں میں کیا بہاریں ہیں ان بہاروں میں
مسکراتی ہے کائنات تمام
روشنی سی رہ گئی رات تمام

غرق ہیں نور میں جو دشت و دمن پھول مثلِ چراغ ہیں روشن
صحن فردوس ہے زمینِ چمن گلفشاں ہے نگاہ کا دامن

لہلہاتے ہیں سبز پوش درخت
ہو گئے ہیں شراب نوش درخت

فتنہ پرداز گلفروش حسیں ماہ وش ماہ رو و ماہ جبیں
سر بسر جسکی زلف عطر آگیں خوبیٔ تن سے پیرہن رنگیں

مو تنیا بیچنے کو لائی ہے
ہائے کیا بیچنے کو لائی ہے

دل میں بے اختیار درد اٹھا ہاں یہی پھول ان کو پیارا تھا
پھر تصوّر کا بندھ گیا نقشہ پھر اسی گلعذار کو دیکھا

جھلک اٹھی جمال کی دنیا
مہک اٹھی خیال کی دنیا

یاد آیا وہ دور راز و نیاز آہ وہ عاشقی کا سوز و گداز
اوّل اوّل حجاب کے انداز پھر سلام و پیام کا آغاز

لبِ دریا پہ وہ ملاقاتیں
وہ محبت کی چاندنی راتیں

ایک تو حسن تھا قیامت کا شوخیوں میں ادا اداہیں حیا،
شوق آرائش رخ زیبا اور سونے پہ بھی سہاگہ تھا

مو تیے کا سنگھار کرتی تھیں
وہ بہت اسکو پیار کرتی تھیں

# "لالۂ صحرا"

## "دشت"

فضائے دشت پہ چھائی ہوئی ویرانی سی ویرانی — پھر اس پر سوزشِ گرما ہے وقفِ شعلہ سامانی
ہر اک جانب غبارِ ناتواں اٹھتا ہے ذرّوں سے — کہ پیچ و تاب میں جسکے ہے دردآسا پریشانی
رواں ہے موج اندر موج لو جھلسی ہوئی ایسے — کہ گویا بحرِ ذاخر میں بپا ہو جوشِ طغیانی
فضا میں ایک ہیبت زا اداسی رقص کرتی ہے — بگولے دوڑتے ہیں صورتِ غولِ بیابانی

وہ منظر ہے کہ آنکھوں میں پھریں حسرت کی تصویریں
وہ منظر ہے کہ خوابِ عیش کی نکلی ہیں تعبیریں

## نخلستان

مگر شاداب خطّہ بھی ہے اک اس دشتِ ویراں میں — کہ نزہت کام آئی جسکی تخلیقِ گلستاں میں
سمائی ہے سکونِ غم کی عشرت ذرّے ذرّے میں — تلاطم ہے نہاں لیکن ہوا کی موجِ لرزاں میں
یہاں دو پاک روحیں عشق کا دربار کرتی تھیں — کہ ہیں نغمے انہیں کے نالہ ہائے عندلیبانمیں
انہیں سے روشنی یہ ملگئی ہے ماہِ تاباں کو — انہیں سے آئی ہیں یہ سرخیاں لعلِ بدخشاں میں
محبت ان کی تھی آئینہ دارِ نورِ یزدانی — وہ نکلے عرش پر جا کر جو ڈوبے بحرِ عصیاں میں

وہیں تربت بنی تھی اک شہیدِ بیقراری کی
کہ پہیم دوسرے نے اسپہ برسوں اشکباری کی

## لالۂ صحرا

ہُوا آخر کسی کا مرہمِ زخمِ جگر پیدا ہُوا اِس دشت میں اک غنچۂ رنگیں اثر پیدا
مرادوں کے شگوفے کھل گئے غربت کی وادی میں نہالِ عاشقی میں ہو گئے یعنی ثمر پیدا
محبت پھوٹ نکلی کاروانِ رنگ و بو ہو کر اچانک ہو گیا ذرّوں میں عشقِ فتنہ گر پیدا
ہوئے اِس شمع کے جلنے سے دل کے بتکدے روشن غریب آرزو کرنے لگا حسنِ نظر پیدا

وہی اک لالۂ صحرا فروزاں ہے وہاں اب تک
بہارِ عاشقی کی روح خنداں ہے وہاں اب تک

---

## مے گسار شاعر کا ترانہ

فلک پہ مہر و ماہ مِری محفلوں کے جام ہیں ستارے سب غلام ہیں کہ رقص میں دوام ہیں
مناظرِ شب و سحر جو زندگی میں عام ہیں کئی ضیا پذیر ہیں، کئی سیاہ فام ہیں

تمام پر جھلک رہا ہے اِک حجاب نور کا
کوئی کہے کہ عکس ہے یہ جلوہ گاہ طور کا

شراب دلگداز سے ہے گرمجوش زندگی ہجومِ کیف سے ہے صرف ناو نوش زندگی
بہار کیش کائنات لالہ پوش زندگی سمن فروش زندگی۔ شراب نوش زندگی

سرور کے وفور سے نگاہ پُر بہار ہے
میرے لئے جہان پر نکھار ہی نکھار ہے

ہوا کی جنبشوں میں لرزشیں شراب کیطرح
خدا کی نعمتوں کی بارشیں شراب کیطرح

فروغ دلکشی میں تابشیں شراب کیطرح
خمار عاشقی میں کاہشیں شراب کیطرح

غرض ہر ایک چیز جو حسین ہے جمیل ہے
سرور کی کفیل ہے شراب کی مثیل ہے

## عزیز لکھنوی

### مئی کا چاند

یہ اشعار ٹامس مور کی ایک نظم سے مقتبس ہیں

جوان چاند مئی کا چمک اٹھا پیاری
بساطِ خواب سے اُٹھ ہے یہ وقت بیداری

فلک کواکب و مہتاب سے ہوا روشن
زمیں پہ لیمپ ہیں جگنو کے جابجا روشن

یہ چاندنی کی بہار اور یہ خوشگوار فضا!
یہ دلفریب مناظر یہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا!

برس رہا ہے تجلی کا ابرِ خوش منظر
چڑھا ہے ایک روپہلا ورق زمانے پر

چمک ستاروں کی اپنے دکھا رہا ہے فلک
نظر اُٹھا تو ذرا جگمگا رہا ہے فلک

نہیں ہے وقت معین کوئی خوشی کیلئے
خوشی اپنے دلکو رکھے جب تلک جہاں میں جیے

اُٹھ اب زمانے کا کچھ اور رنگ ہے پیاری
نگاہ دیکھ کے یہ سین دنگ ہے پیاری

# آزاد انصاری

## رخصتِ شباب

اے متاعِ بے بہائے زندگی
اے عزیز از جاں امانت الفراق
اے بہارِ جاں فزائے زندگی
اے گراں قیمت بضاعت الفراق

---

روزگارِ عزم و ہمّت ہو چکا
اے وفورِ عزم و ہمّت الفراق
اعتبارِ بخت و قسمت ہو چکا
اے غرورِ بخت و قسمت الفراق

---

سب نشانِ تاب و طاقت مٹ گیا
اے زمانِ تاب و طاقت الفراق
سب گمانِ استقامت مٹ گیا
اے جہانِ استقامت الفراق

---

ہر خیالِ عیش سے جی ہٹ چلا
اے خیالِ عیش و عشرت الفراق
ہر ہجومِ لطفِ صحبت چھٹ چلا
اے ہجومِ لطفِ صحبت الفراق

---

عاشقانہ حوصلوں کے دن گئے
اے تعشق اے محبت الفراق
والہانہ مشغلوں کے دن گئے
اے تعلق اے طبیعت الفراق

---

اے جوانی اے حبیبِ دلستاں
اے رفیقِ ہر مصیبت الفراق

اے شباب اب تو کہاں اور ہم کہاں
فی امان اللہ رخصت الفراق

حضرتِ آزاد ابس اب کوچ ہے
یعنی اے حضرت سلامت الفراق

# جوش

## فرشتے کی سیر

:۰( ۱ )۰:

اک پاک فرشتے نے آ کر در کھولا ہے اک تارے کا
مشتاق تھا جو اک مدت سے اس دنیا کے نظارے کا

پہلے تو اسے کچھ دھندلا سا اک داغ دکھائی دیتا ہے
پھر موجِ ہوا میں ہلکا سا اک شور سنائی دیتا ہے

اول تو سیہ دھبوں کی طرح میدان نظر آتے ہیں اُسے
جب خوب نظر جم جاتی ہے انسان نظر آتے ہیں اُسے

:۰( ۲ )۰:

کیا دیکھتا ہے وہ دنیا میں نصرت کا نشان لہراتا ہے
انسان کا انسان دشمن ہے ایک ایک کو کھائے جاتا ہے

انسان یہ کیسی ہستی ہے کیا کرتا ہے کیا کہتا ہے؟
اس تارے سے بھی ناواقف جس تارے میں یہ رہتا ہے

سنجیدہ ترین فردوں میں بھی مذکور ہیں یاں اوباشوں کے
اک جد ہے فانی انساں کو ملتے ہیں تڑپتی لاشوں کے

دنیا میں طرب کی تدبیریں کیا خوب نکالی جاتی ہیں
فولاد گلایا جاتا ہے تلواریں ڈھالی جاتی ہیں،

قوموں پہ تباہی لانے کو شاہوں کے خزانے کھلتے ہیں
وعظ امن و امان کا دینے کو توپوں کے دہانے کھلتے ہیں

بیگانہ ہے نسلِ انسانی کونین کی دل آویزی سے
پیکار میں جانیں الجھی ہیں وابستہ ہیں دل خونریزی سے

فاتح کو تبسم آتا ہے جب پسپا قومیں روتی ہیں
ایوانِ طرب کی قبروں پر بنیادیں قائم ہوتی ہیں

معصوم فرشتہ روتا ہے تقدیر پر ان نادانوں کی
تاریک نظر آتی ہے اُسے گردوں سے جبیں انسانوں کی

(۳)

دیکھو وہ فرشتے نے اب کے تحقیق کی دل میں ٹھانی ہے
اب منظرِ ہستی روشن ہے اب اس کی نظر نورانی ہے،

اس مرتبہ وہ کیا دیکھتا ہے ہر ذرۂ عالم تاباں ہے
موتی کی طرح ہر آنسو میں اک روحِ تبسم غلطاں ہے

اس جنگ و جدل کے حیلے سے بیتاب ہیں قومیں ملنے کو،
پژمردہ دلی کے سینے میں بے چین ہیں غنچے کھلنے کو

جتنے بھی عداوت کے سورج شدت سے چمکتے جاتے ہیں
اتنے ہی محبت کے ذرّے تیزی سے سمٹتے آتے ہیں

جتنی بھی دنیا اپنی بُرائی حد سے بڑھاتی جاتی ہے،
اتنی ہی حدودِ نیکی سے نزدیک تر آتی جاتی ہیں

ہر نقص کی بزمِ ظلمت میں تکمیل کا شعلہ لرزاں ہے
ہر موجِ تباہی کے اندر جدّتِ حیاتِ انساں ہے

عبرت کی اندھیری راتوں سے چھنتی ہے ضیا انسانوں میں
فطرت کا نظامِ تعمیری ہے گرمِ عمل طوفانوں میں

ذرے ہوں کہ قطرے ضَو افشاں کل ہوں گے شگوفے نورانی
ہر چیز میں ہے سرگرمِ تپش خورشیدِ عروجِ انسانی

ہر حلقہ اپنی خدمت پر مامور ہے زلفِ برہم میں
ہر ذرّہ خاکی رکھتا ہے اک خاص مقام اس عالم میں

ہستی کے حوادث رہبر ہیں آزاد منش گمراہوں کے
دنیا کے حوادث پردے ہیں فطرت کی تماشا گاہوں کے

سرگرم ہے روحِ جنگ و جدل تعمیر کے معطّل کرنے میں
مصروف ہیں سارے نقص یہاں انسان کو مکمّل کرنے میں

دُھن سادگیِ امروز کو ہے گلکاریِ فردا بننے کی
زہراب کے دل میں کھولن ہے تریاق کا دریا بننے کی

کہتا ہے زمانے کو جو بُرا ہمدرد نہیں ہے ظالم ہے،
وہ اصل میں روحِ عالم کی ہمت شکنی کا مجرم ہے

اس قہر و غضب کی دنیا میں اک دور وہ آنے والا ہے
انسان پر امن و آسائش کا بادل چھانے والا ہے
سانچے میں ہلالِ شفقت کے اب خنجر ڈھلنے والے ہیں،
لوہے کی جبیں سے چاندنی کے فوارے چلنے والے ہیں
افلاک سے جنگی طیارے غاروں میں اُترتے آتے ہیں
پستی کے دھوئیں سے چمکیلے مینار اُبھرتے آتے ہیں
رہ جائیں گے ظلم و وحشت کے افکار فقط افسانوں میں
تلواریں رکھی جائیں گی پڑھول عجائب خانوں میں
مٹ جائیں گے نقشے ظلمت کے آثار ضیا رہ جائینگے
قلعوں کے یہ گنبد سر بفلک آنسو کی طرح بہ جائینگے
"المختصر" ان ہنگاموں کو جب خوب فرشتہ دیکھ چکا
پرواز کو بازو پھیلائے اور بام فلک سے دی یہ صدا
نیکی پر نہ جا کر ختم ہو جو یاں ایک بھی ایسا کام نہیں
نیکی ہے نیکی سب نیکی، دنیا میں بدی کا نام نہیں

---

## شاعر اور مصلح

اے تو، کہ تجھ کو عقل و فراست پہ ناز ہے — میری طرف بھی دیکھ جو دل میں گداز ہے
تو قوم کو نکال رہا ہے زوال سے — مَیں روشناس کرتا ہوں فکرِ مآل سے

تیری نگاہ پردہ درِ زشت و خوب ہے
میری نظر میں رنگِ طلوع و غروب ہے

تو مادّی عروج کا طالب جہاں میں ہے
روحانیت کا راز مری داستاں میں ہے

تیرا سخن ہے عالمِ اسباب کے لئے
میرا کلام روح کے آداب کے لئے

تجھ کو ہجومِ فکر پریشاں کئے ہوئے
مَیں مطمئن تصوّرِ جاناں کئے ہوئے

تیرے بیان میں ہے تپش آفتاب کی
نرمی مری زباں میں شبِ ماہتاب کی

تیری نظر خراش کے پہلو لئے ہوئے
مَیں پردہ ہائے چشم میں آنسو لئے ہوئے

صندل کی طرح کام ترا دردِ سر میں ہے
مرہم دلوں کے زخم کا میری نظر میں ہے

تو ہے "رجز" میں چنگ و چغانہ ہوں قوم کا
تو وعظِ خشک ہے میں ترانہ ہوں قوم کا

غازہ ہے تو، میں عارضِ زیبائے قوم ہوں
تو "فکرِ قوم" ہے میں "تمنائے قوم" ہوں

دل سے عروجِ قوم کی دُھن تیری خو میں ہے
اور قوم کا عروج مری جستجو میں ہے

تو باغباں ہے اور مری ذات باغ ہے
میں دِل ہوں اپنی قوم کا اور تو دماغ ہے

وہ دل ہوں جس میں سُرخ محبّت کے داغ ہیں
ہر داغ پر نثار ہزاروں دماغ ہیں

## نامراد ضعیفہ

اِک ضعیفہ راستے میں سو رہی ہے خاک پر
مُردنی چھائی ہوئی ہے عارضِ غمناک پر

اور کس موسم میں؟ جب طاعون ہے پھیلا ہوا
ذرّہ ذرّہ ہے وبا کے خوف سے سمٹا ہوا

رات آدھی آ چکی ہے بام و در خاموش ہیں
اہلِ دولت بسترِ راحت سے ہم آغوش ہیں

گوشہ گوشہ شہر کا اِک مرکزِ آفات ہے — کانپتی ہے روح اُف کیسی بھیانک رات ہے
آہ اے بیکس ضعیفہ! غم کی تڑپائی ہوئی — آہ اے بیرحمیِ دنیا کی ٹھکرائی ہوئی
کس جگہ کی رہنے والی ہے، ترا کیا نام ہے؟ — سچ بتا تو آہ کس آغاز کا انجام ہے؟
تیرے بچے تیرے ٹوٹے دل کے پیارے کیا ہوئے؟ — اے ضعیفہ تیری پیری کے سہارے کیا ہوئے؟
مقبروں میں کیا خزانے دفن تیرے ہو گئے — تربتوں میں کیا تری آنکھوں کے تارے سو گئے
تیرے ارمانوں کی کیسی پائمالی ہو گئی! — ٹھوکریں کھانے کو تیری گود خالی ہو گئی
خانہ داری کی تری پُرامن دنیا کیا ہوئی — دِل میں وہ بچّوں کی شادی کی تمنّا کیا ہوئی
رہگذر میں تو پڑی ہے آہ کس انداز سے — باپ ماں نے تجھ کو پالا ہوگا کِس کِس ناز سے
سازِ طفلی کا ترا دلکش ترانہ کیا ہوا؟ — کھیلتی پھرتی تھی جب تو وہ زمانہ کیا ہوا؟
تیرا وارث سو رہا ہے کس جگہ اوڑھے کفن! — کس لحد میں دفن ہے تیرا عروسی پیرہن؟
حرزِ جاں ہوگا کبھی شوہر کو نظارا تیرا — آج فرشِ خاک ہے افسوس گہوارہ تیرا
بیوگی کی تیرگی کیوں رُخ پہ دونی ہو گئی — "مائیکا" ویراں ہوا سسرال سونی ہو گئی
دِل مرا پھٹتا ہے تیرے حالِ عبرتناک پر — منہ لپیٹے راستے میں سونے والی خاک پر

۲

تیری ہستی اِک سزا ہے ملک و ملّت کیلئے — داغ ہے تو اِک جبینِ اہلِ دولت کے لئے
تو سیہ دھبّہ ہے ادیان و ملل کے واسطے — طوق ہے لعنت کا تو اہلِ دوِل کیواسطے
سخت حیراں ہوں کہ تیری بیکسی کو دیکھ کر — کیوں زمیں میں گڑ نہیں جاتے حیا سے اہلِ زر
پڑ نہیں جاتے الٰہی! سینۂ دولت میں داغ — بجھ نہیں جاتے ہیں شیطانِ امارت کے چراغ
تیرے ہمقوموں میں کیا اِک فرد بھی باقی نہیں — ملک میں کیا تیرے اب اِک مرد بھی باقی نہیں

آہ کیا تیری مدد کا اب کوئی امکاں نہیں
تیرے ہمجنسوں میں کیا اب ایک بھی انساں نہیں
السلام اے کنکروں پر سونے والی السلام
غافلوں سے غیرتِ حق لے گی تیرا انتقام

۳

اپنی تابِ زر سے اے دولت پناہو ہوشیار
اپنے تاجوں کی چمک سے بادشاہو ہوشیار
گوہر و یاقوت سے شعلے بھڑک اُٹھنے کو ہیں
سُرخ دیناروں سے انگارے دہک اٹھنے کو ہیں
فرشِ گل والو زمیں پر لوگ محوِ خواب ہیں
خرمنوں کے پاسبانو بجلیاں بیتاب ہیں
بیکسوں کو خاک سے دوڑو اٹھانے کیلئے
قہرِ حق بیچین ہے جنبش میں آنے کے لئے

---

## کنکر توڑنے والی عورت

ایک دوشیزہ سڑک پر دھوپ میں ہے بیقرار
چوڑیاں بجتی ہیں کنکر کوٹنے میں بار بار،
چوڑیوں کے ساز میں یہ درد ہے کیسا بھرا
آنکھ میں "آنسو" بنی جاتی ہے جس کی ہر "صدا"
گرد ہے رخسار پر زلفیں اٹی ہیں خاک میں،
کم سِنی سوئی ہوئی ہے دیدۂ غمناک میں
دھوپ میں ہے پنکھڑی سا رنگ سنولایا ہُوا
کس سے دیکھا جائیگا چہرہ یہ کمُلایا ہُوا

## ۲

اُف یہ ناداری مرے سینے سے اٹھتا ہے دھواں
آہ اے افلاس کے مارے ہوئے ہندوستاں!

حُسن ہو مجبور کنکر توڑنے کے واسطے!
دستِ نازک اور پتھر توڑنے کیواسطے

کاکلِ شبرنگ اور افشاں خس و خاشاک کی
روئے زیبا اور نقاب افسوس جلتی خاک کی

آسماں رُوحِ طرب کو وقفِ مہجوری کرے
صنفِ نازک بھوک سے تنگ آکے مزدوری کرے

دھوپ سے کھوئے لہو اِک پھول سے رُخسار پر
نرم تلووں کی گلابی جلد نوکِ خار پر!

غم کے جھونکوں سے بجھے قندیل ایوانِ سرور
لوحِ تُربت پر جلے شمعِ شبستانِ سرور

بھیک میں وہ ہاتھ اٹھیں التجا کیواسطے
جن کو قدرت نے بنایا ہو حنا کے واسطے

فرطِ خشکی سے وہ لب ترسیں تکلم کیلئے
جن کو فطرت نے تراشا ہو تبسم کیلئے

سر پہ ہو مجبور وہ پتھر اُٹھانے کیلئے
جسکے نرم اعضا ہوں پھولوں میں بسانے کیلئے

## ۳

نازنینوں کا یہ عالم! مادرِ ہند آہ! آہ!!
کسکی چالوں نے یہ کر دی ہے تری حالت تباہ؟

کیوں ترا گلزار دوزخ کا نمونہ ہو گیا؟
آہ کیوں تیرا بھرا دربار سونا ہو گیا؟

اے شبِ تاریک! تیری بزم اختر کیا ہوئی؟
سر برہنہ کیوں ہے وہ پھولوں کی چادر کیا ہوئی؟

آبِ زر سے جگمگاتے تھے کبھی تیرے کلس
تیری آنکھوں سے ٹپکتا تھا کبھی عشرت کا رس

برکتیں تھیں سایہ افگن تیری ارضِ پاک پر
ہُن برستا تھا کبھی اے ہند تیری خاک پر

## ۴

اے خدا ہندوستاں پر یہ فلاکت تا کجا؟
ہم پر آخر جہل و نکبت کی حکومت تا کجا؟

گردنِ حق پر خراشِ تیغِ باطل تا بکے؟
بیکسوں کیواسطے طوق و سلاسل تا بکے؟

دستِ نازک کو رسن سے اب چھڑانا چاہیئے
اِس کلائی میں تو کنگن جگمگانا چاہیئے

---

# احسان احمد

## عرضِ تمنا

اے جذبۂ عشق سر جھکا کر — یوں حسن سے عرضِ مدعا کر
اک ذوقِ جنوں مجھے عطا کر — پابندیٔ ہوش سے رہا کر
ہو جس میں سکونِ رُوح پنہاں — اس درد سے دل کو آشنا کر
آئینۂ ذوقِ عاشقی کو — سرشارِ تجلیٔ رضا کر
اک سادہ ورق بنا دے مجھ کو — ہر نقش و نگار کو مٹا کر
ہر گوشۂ چشمِ آرزو کو — سرچشمۂ عشقِ بے ریا کر
لب ہائے خروش آفریں کو — ہمراز نوائے بے صدا کر
رگ رگ میں مری گداز بھر دے — اِک جرعۂ آتشیں پلا کر
ڈوبا ہوا کوثرِ حیا میں — اک ذوقِ نظر مجھے عطا کر
قندیلِ حریمِ قدس کر دے — سرتا بقدم مجھے جلا کر
ہے تشنۂ ذوق رُوح میری — اک میکدہ نشاط وا کر
اسرار کی جلوہ ریزیوں سے — معمور نظارۂ فضا کر
سب کھول دے مجھ پہ رازِ ہستی — ہر ذرّے کو میرا ہم نوا کر

# اوؔج

## گورِ غریباں کی شام

اللہ رے انقلاب کہ دن ہو گیا تمام
رنگ شفق سے لایا ہے گردوں پیام شام
خورشید جا کے پردۂ مغرب میں چھپ گیا
چھایا ہے سر پہ سایہ لیلائے تیرہ فام
باغ جہاں میں شام کی آمد ہے ہر طرف
پھیلی ہوئی ہے بوئے گل مشکبو تمام
ہیں ڈالیاں بھی طاعتِ ربِّ ودود میں
سجدے کبھی یہ کرتی ہیں جھک کر کبھی سلام
اڑ اڑ کے طائرانِ خوش الحاں بھی جاتے ہیں
کرنیکو آشیانوں میں اپنے ہر اک مقام

---

یارو، چلو تو اوّلِ منزل کو دیکھ لیں
ہوتے رہیں گے ہونیکو دنیا کے سارے کام
دیکھو تو چل کے شہر کے باہر ہے کیا سماں
اِک قافلے کا کب سے ہے ویرانے میں قیام

---

کیا ہم بتائیں گورِ غریباں ہے کیا جگہ
حسرت کا اک محل ہے وہ عبرت کا ہے مقام
ہر سمت یاس و غم کی ہے چھائی ہوئی گھٹا
اس پر غضب ہے اور بھی یہ تیرگی شام
قبروں کے ٹوٹے پھوٹے جو ہیں جا بجا نشاں
دیتے ہیں یہ نشاں کہ مٹے نامیوں کے نام

---

عبرت کا اِن سے ناموروآج لو سبق
بیکار ہے ہمیں ہوس جاہ و حتشام
فانی ہے بزم دہر ٹھہرنے کی جا نہیں
تم کیا رہو گے اوؔج کوئی بھی رہا نہیں

# سیّد محمد فاروق

## ہلالِ عید

اے ہلالِ عید اے پروردۂ آغوشِ نور — آ کہ تیرے دیکھنے سے دل کو ہوتا ہے سرور
آ کہ وابستہ ہے تجھ سے ایک جوشِ انبساط — آ کہ عشرت کی فراوانی ہو بہجت کا وفور
اٹھ رہی ہیں روزہ داروں کی نگاہیں شوق میں — جا رہی ہیں آسماں کے سمت نظریں دور دور
ہاں نکل آ، او سبک رو اس سکوتِ شوق میں — دیدۂ مشتاق کی خاطر بھی کرنا ہے ضرور
جلوۂ رنگیں سے سقف و بام کو رنگیں بنا — پرتوِ عارض سے چمکا کاخ و ایوان و قصور
مرحبا آیا نظر وہ پیکرِ سیمیں ترا — لمعہ افگن ہے افق سے اک شرارِ برقِ طور
دے رہا ہے مومنوں کو تو نویدِ صبحِ عید — نغمۂ خاموش تیرا ہے کہ گلبانگِ طیور
مل رہے ہیں تجھ سے لطفِ بے نہایت کے مزے — کامیابِ عیش ہیں سب عامی و اہلِ شعور

تو یوں ہی آتا رہے آنا مبارک ہے ترا
ہو یوں ہی ہر سال تجھ سے کامرانی کا ظہور

# ولی بمبئی

## کوئل سے خطاب

پیاری کوئل سچ بتا کیا تو پرندہ ہے کوئی
حورِ جنت ہے پری ہے یا فرشتہ ہے کوئی

یا تو صرف آواز ہے جو گونجتی ہے کان میں۔
کوہ میں وادی میں آبادی میں یا در میدان میں

فرشِ سبزہ پر کبھی جب باغ میں ہوں بیٹھتا
کان میں آتی ہے تیز اور رس بھری تیری صدا

تو چمن کے واسطے لائی ہے پیغامِ بہار
تیری آمد پر ہوا صحرا بھی شکِ لالہ زار

تیری ہستی باعثِ آبادیِ ویرانہ ہے،
گوشِ گل تیری صدا کے راز سے بیگانہ ہے

یہ صدا بھولے ہوئے قصے سناتی ہے مجھے
ہائے بچپن کے دنوں کی یاد آتی ہے مجھے

ہائے کیا دن تھے چمن میں جب لبِ جو بیٹھ کر
تیری کُو اُوسُن کے دوڑا تا تھا میں ہر سو نظر

---

# ساغر نظامی

## بادل کا نغمہ

لطافتوں کی بلندیوں پر میں اک ہیولہ بنا رہا ہوں،
مگر فضائے معلقہ پر حسین محفل جما رہا ہوں
فلک کی نیلی ردا چھپا کر فروش سیمیں بچھا رہا ہوں

جوانیوں کی امنگ دینے جوان بن بن کے آرہا ہوں
گرج کے نغمے سنا رہا ہوں، بہار کے گیت گا رہا ہوں

قیام ہے میرے قافلہ کا کبھی نہاں خانۂ نمو پر
کبھی میں سایہ سا ڈالتا ہوں چمن کی اقلیم رنگ و بو پر
کبھی گرجتا ہوں کوہ پر میں کبھی برستا ہوں آب جو پر
یہ میری فطری لطافتیں ہیں کہ ساری دنیا پہ چھا رہا ہوں
گرج کے نغمے سنا رہا ہوں بہار کے گیت گا رہا ہوں

ہے برق میرا ہی اک تبسم یہ رعد میرا ہی قہقہہ ہے
صبیح بوندیں ہیں میرے آنسو ہوا مری آہ سرد سا ہے
اِدھر کوئی دیکھ کر ہے نالاں اُدھر کوئی مسکرا رہا ہے
کہیں میں بجلی گرا رہا ہوں، کہیں میں بجلی بنا رہا ہوں
گرج کے نغمے سنا رہا ہوں بہار کے گیت گا رہا ہوں

کلیدِ ابواب میکدہ ہے جھلک مری تیز بجلیوں کی
مجھے جو پرشور دیکھتے ہیں تو روح بڑھتی ہے میکشوں کی
مری طرح کوئی کیا کرے گا بہار میں سیر منزلوں کی
عیاں و پنہاں کرُے ہیں جتنے میں سب سے آنکھیں لڑا رہا ہوں
گرج کے نغمے سنا رہا ہوں بہار کے گیت گا رہا ہوں

ادھر جوانوں کی خلوتوں میں پیامِ عشرت ہے میری آمد
اُدھر کسانوں کی کھیتیوں میں نظامِ راحت ہے میری آمد

خزاں کی بے کیف صحبتوں میں سلامِ رخصت ہے میری آمد
نکھر کے سبزہ اُگا رہا ہوں برس کے غنچے کھلا رہا ہوں
گرج کے نغمے سنا رہا ہوں بہار کے گیت گا رہا ہوں

سرود سے مست ہے پپیہا سرور سے نغمہ گر ہے کوئل
دیا ہے وہ نطق سبزہ ان کو کہ بول اٹھے ہیں منہ سے جنگل
ہوئے ہیں سیلاب ریز چشمے جبال میں ڈالدی ہے ہلچل
غرضکہ ہر گوشہ چمن کی خوشی کے پیغام لا رہا ہوں!
گرج کے نغمے سنا رہا ہوں بہار کے گیت گا رہا ہوں

---

# مرزا انجم آفندی

## محویت کے چند لمحے

تو جب بھی جلوہ گر تھا اے خوش نما ستارے

تھا ایک ہُو کا عالم میں تھا نہ میری ہستی
بے رونقی نہ رونق ویرانہ تھا نہ بستی
آدمی نے خموشی ہشیاری تھی نہ مستی
تھا کفر اور نہ ایماں ناحق نہ حق پرستی

تو جب بھی جلوہ گر تھا اے خوش نما ستارے

تاریک تھی سراپا جب تک فضائے عالم
تھی کائنات جب تک مصروف خواب محکم
تھی بحر و بر کی ہستی جب ایک لفظ مبہم
ہابیل کا نہ غم تھا جب تک نصیب آدم

تو جب بھی جلوہ گر تھا اے خوش نما ستارے

سے تھے حسن و عشق پنہاں آئینہ تھا نہ حیراں    ساکن تھی بزم امکاں شہرت تھی اور نہ خواہاں
نغمہ تھا نہ غم کے ساماں شادی نہ اس کا عنواں    دل تھا نہ دل کے ارماں تھا درد اور نہ درماں

تو جب بھی جلوہ گر تھا اے خوش نما ستارے

جب خاک کے پریشاں ذرے سمٹ رہے تھے    جب آب و گل کے ظلمت دھوں کو ہٹ رہے تھے
جب نقشبند قدرت کایا پلٹ رہے تھے    فطرت کی سادگی سے جب رنگ چھٹ رہے تھے

تو جب بھی جلوہ گر تھا اے خوش نما ستارے

فیض نمو جب دم سے مٹی نکھر رہی تھی    سو شکل سے زمیں کی دولت بکھر رہی تھی
ترکیب عنصری کی دنیا سدھر رہی تھی    اک اک ورق میں قدرت سو رنگ بھر رہی تھی

تو جب بھی جلوہ گر تھا اے خوش نما ستارے

تقسیم عام نے دی جب شمع کو خموشی    پروانہ کو بتائے آئین عشق کوشی
دی گل کو بے نیازی بلبل کو دلفروشی    تہذیب نے سکھائی جب ہم کو ستر پوشی

تو جب بھی جلوہ گر تھا اے خوش نما ستارے

آدم کی آنکھ نے بھی دیکھی تری ادائیں    طوفان نوح پر بھی چمکیں تری شعاعیں
جب قوم عاد بگڑی الٹی چلی ہوائیں    جب مصر کی زمیں پر نازل ہوئیں بلائیں

تو جب بھی جلوہ گر تھا اے خوش نما ستارے

کعبہ کو جب بچانے آیا خدا کا لشکر    اصنام کی خدائی جب تھی حرم کے اندر
میدان بدر میں جب چمکی تھی تیغ حیدر    بطحا کے چاند سے تھے جب دو جہاں منور

تو جب بھی جلوہ گر تھا اے خوش نما ستارے

مجنوں صد تماشا ہے تیری زندگی بھی — کچھ رشک بھی ہے مجھ کو حیرت بھی بیخودی بھی
تیرے نصیب میں تھی رحمت کی یہ گھڑی بھی — اللہ تو نے دیکھا وہ نورِ ایزدی بھی

تو جب بھی جلوہ گر تھا اے خوش نما ستارے

تکمیل ہو رہی تھی انسانیت کی جس دن — اک سیل بہ رہی تھی نورانیت کی جس دن
نعمات بٹ رہی تھیں عرفانیت کی جس دن — بنیاد اس نے رکھی وحدانیت کی جس دن

تو جب جلوہ گر تھا اے خوش نما ستارے

اے کاش میں بھی پاتا وہ وقت وہ زمانہ — مٹ کر بھی تجھ ملتا میں خاک آستانہ
مثل اویسؓ ہوتا زندہ مرا فسانہ — پھر دل سے کیوں نکلتا یہ دل شکن ترانہ

تو جب بھی جلوہ گر تھا اے خوش نما ستارے

---

# مسلم شاعر

درد کی مٹی سے ہوتی ہے سرشتِ شاعر — کلفت و رنج و مصیبت ہے نوشتِ شاعر
غم کا اک لحظہ ہے صد عمرِ بہشتِ شاعر — خون کی بوند سے شاداب ہے کشتِ شاعر

اپنی ہی آگ میں منظور اسے جل جانا ہے
شعلۂ گرمئ تاثیر کا پروانہ ہے

کوئی دنیا میں نہیں اس کا سا آزاد منش — کوہ و صحرا میں پھرا کرتا ہے مستانہ روش

کھینچتی اپنی طرف اس کو ہے ہر شے کی کشش ڈھونڈتا پھرتا ہے ہر چیز میں سامان تپش
خار کا چبھنا کبھی اُس کو ہنسا دیتا ہے
اور کبھی گل کا تبسم بھی رولا دیتا ہے

اک تجلی گہ صد طور ہے فطرت اس کی ساغر جم ہے مگر چشم بصیرت اس کی
ایک ہی شے ہے مجاز اور حقیقت اس کی سارے عالم کا خلاصہ ہے طبیعت اس کی
اس میں ہر رنگ سماتا ہے نمایاں ہو کر
شان مستور نظر آتی ہے عریاں ہو کر

وہ جو اک دل شدۂ لذت نظارہ ہے کبھی جنگل میں کبھی کوہ میں آوارہ ہے
اہل دُنیا کی نگاہوں میں تو ناکارہ ہے منبع درد ہے جذبات کا فوارہ ہے
ایک آئینہ ہے نیرنگئ عالم کے لئے
ایک پیمانہ ہے تقسیم مئے غم کے لئے

گو بظاہر ہمہ تن طالع ناساز ہے وہ اور گنبد میں پریشانئ آواز ہے وہ
شاہد حسن کا پر زمزمہ پرواز ہے وہ ہم نفس تاروں کا اور چاند کا ہم راز ہے وہ
مئے لذت سے جو مدہوش وہ ہو جاتا ہے
آپ بھی وادئ نظارہ میں کھو جاتا ہے

ساغر فکر سے لیتا ہے وہ مستی اپنی سوچ کو جانتا ہے بادہ پرستی اپنی
دور دنیا سے بناتا ہے وہ بستی اپنی دل میں کرتا ہے بپا محفل ہستی اپنی
عالم وجد میں مخمور پڑا رہتا ہے
لہجۂ زمزمہ میں کہتا ہے جو کہتا ہے

سازے اس کے کبھی زمزمہ خانہ ہے جہاں
جا وداں ایک مسرت کا ترانہ ہے جہاں

اور کبھی حسرت و عبرت کا فسانہ ہے جہاں
زندگی خواب ہے اور محض بہانہ ہے جہاں

بات میں خلد کو دوزخ میں جلا دیتا ہے
بات میں ذرے سے خورشید بنا دیتا ہے

گو وہ ساحل کی طرح بحر جہاں میں ہے خموش
دور سے بیٹھا ہوا سنتا ہے نوجوں کا خروش

دل جگر اس کا ہے سینائے نوائی آغوش
گیت اس کے ہیں زمانے کیلئے بانگ سروش

دل میں کرتا نہیں وہ الفت دنیا پیدا
جام کو توڑتا ہے تاکہ ہو مینا پیدا

وہ سفینہ کو نہیں ڈھونڈھتا ساحل کیلئے
اور نہ رہبر ہوں خضر ہوتا ہے منزل کیلئے

ہے جو زندہ تو فقط زندگیٔ دل کے لئے
خود پگھل جاتا ہے وہ گرمیٔ محفل کیلئے

ربط زمزمۂ مہر و وفا ہو جانا
اس کی فطرت ہے یہی حسن میں فنا ہو جانا

# ناطق مالوی

## خوابِ تمنّا

(۱)

حجابِ قدس میں جب حسنِ مطلق جلوہ فرما تھا
نیازِ عشق جب بیگانۂ رسمِ تمنّا تھا

کتابِ آرزوئے دل کا جب عنوان سادہ تھا
مآلِ جستجو جب ایک عزمِ بے سر و پا تھا

———— وہ اک مَیں ہوں جسے اس وقت بھی تیرا ہی سودا تھا

شرابِ خندۂ صبحِ ازل کے مست دیوانے (۲) بڑھے لے لیکے جب ایمن کی جانب اپنے پیمانے
پکارا طالبِ دیدار کو برقِ تجلّا نے صدا لبّیک کی ایک ایک ذرّہ سے لگی آنے
———— مرے دِل میں امید و یاس کا اِک حشر برپا تھا

(۳)

ستاروں کی چمک میں آبشاروں کی روانی میں گلوں کے رنگ و بو میں بلبلوں کی خوش بیانی میں
بالآخر جب نہ پایا تجھکو ان اجزائے فانی میں تو یہ کہنا پڑا مجھکو زبانِ بے زبانی میں
———— کہ میری ہستیِ موہوم اِک خوابِ تمنّا تھا

## نیّر

## "ساحرہ حُسن"

مِری وفا سے بیخبر، مری حسین ساحرہ حسین و مہ جبین میری دل نشین ساحرہ
ترِی نگاہِ ناز نے اسیر کر لیا مجھے ادائے جاں نواز نے اسیر کر لیا مجھے
دراز گیسوؤں نے دل پہ موہنی سی ڈالدی خمیدہ ابرُوں نے دل پہ موہنی سی ڈالدی
دل و جگر پہ دخل پالیا ترِی نگاہ نے کہ اِن پہ کوئی سحر کر دیا ترِی نگاہ نے
چھپا کے تجھ سے رکھ لیا ہے دل میں تیرے پیار کو میں چور ہوں ترا تو بخش دے گناہگار کو
نکیلی چتونوں سے تیرا بار بار دیکھنا. عجیب لطف دے گیا ہزار بار دیکھنا

کبھی تو کوئی بات دل میں ٹھان کر پلٹ گئی
کبھی کسی خیال سے جھجک گئی سمٹ گئی

کبھی نظر جھکا لی ایسے جیسے شرم آ گئی
کبھی یہی نظر ہزار شوخیاں دکھا گئی

کبھی کچھ ایسے جیسے اپنے حال سے بھی بیخبر
کسی خیال میں تو محو ہو گئی ہے اس قدر

کہ آس پاس کی تجھے تمیز ہی نہیں رہی
عوام و خاص کی تجھے تمیز ہی نہیں رہی

سرک گئی ہے اوڑھنی مگر تجھے خبر نہیں
ڈھلک گئی ہے اوڑھنی مگر تجھے خبر نہیں

یکایک اپنے آپ ہی سنبھل گئی پھر اکدم
یہی ادائیں مجھ پہ قہر ڈھا گئیں تری قسم

تری وہ پیاری پیاری شکل بس گئی نگاہ میں
وہ پیاری پیاری شکل ساری بس گئی نگاہ میں

دل و جگر ترے ہوئے میں خود بھی تیرا ہو چکا
کہ تیرے شوقِ دید میں میں اپنا آپ کھو چکا

---

## دل

اے دل تری کیفیت اک حسن سراپا ہے
تو صنعتِ فطرت کا اک طرفہ نمونہ ہے
تجھکو وہی سمجھا ہے۔ جس نے تجھے دیکھا ہے

اے دل تری ہستی بھی اک کام کی ہستی ہے
تو پریم کا ساگر ہے۔ تو عشق کی بستی ہے
پنہاں تری وسعت میں دنیائے تمنا ہے

اک ننھی سی بستی میں لاکھوں ہیں جو بستے ہیں
خاموش دعائیں ہیں مضبوط ارادے ہیں
گویا کسی کوزے میں اک جوش کا دریا ہے

تجھ میں کسی دیوی کی پاکیزہ محبت ہے
تجھ میں کسی گلرخ کی رنگین امانت ہے
تجھ میں کسی کمسن کی دوشیزہ تمنا ہے

اجداد کی عزّت ہے ماں باپ کی اُلفت ہے ہمدردئِ خلقت ہے۔ آپس کی مروّت ہے
سیرت کا فدائی ہے صورت پہ تو شیدا ہے
دامن میں ترے پنہاں احباب کی الفت ہے استادِ مکرّم کی عزّت ہے عقیدت ہے
موتی ہے تو موتی ہے ہیرا ہے تو ہیرا ہے
کہتے ہیں تو ساغر ہے مے تجھ سے چھلکتی ہے سب تجھ میں ہی پنہاں ہے اُلفت کی جو مستی ہے
پیمانہ ہے پیمانہ۔ پیمانۂ دنیا ہے
مخمور شرابی ہے مسرور نمازی ہے ننّھا سا دلاور ہے تو مرد ہے غازی ہے
مفلس کا بھروسہ ہے منعم کا سہارا ہے
وہ جلوے ہیں خوابیدہ ابدل ترے دامن میں موسےٰ نے نہیں دیکھے جو وادیٔ ایمن میں
ہاں اہلِ نظر کو تو اِک طُورِ تجلّے ہے

## سیّد ہاشمی

### حُسنِ مشتہر

وہ دن بھی اے گلِ نوخاستہ ہیں یاد تجھے
چمن میں جب کہ ترا کوئی بے قرار نہ تھا
گیاہ و برگ پیاسے تری مہک کے نہ تھے
طیور کو ترے جلوے سے اضطرار نہ تھا

چھپی ہوئی تھی شگوفے میں رنگ و بو تیری
ترے جمال کا عالم میں اشتہار نہ تھا

. . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . .

کہا یہ پھول نے شرما کے "نکتہ چیں" خاموش
کہ ہم کو اپنے نہ کھلنے کا اختیار نہ تھا

## نامعلوم

### ایک آرزو

عطا وہ زیست کو میری فروغ کر یارب! کہ نور بنکے ہوں عالم میں جلوہ گر یارب!
فلک پہ بنکے مہ و آفتاب چمکوں میں تپش سے حسن کی زیر نقاب چمکوں میں
سوادِ شب میں ستاروں میں ہو ضیا میری ہر ایک شعلۂ مضطر میں ہو ادا میری
فروغِ آتشِ گل بنکے اِس چمن میں رہوں مثالِ شمعِ فروزاں اِس انجمن میں رہوں
گدازِ عشق بنوں دل میں، نور آنکھوں میں مئے ازل کا ہو یعنی سرور آنکھوں میں
زبانِ شمع پہ ہو شب کو داستاں میری
ہوں ذرّے ذرّے میں یارب تجلیاں میری

# پنڈت رشی رام

## دِل

رہینِ منّتِ افسونِ اضطراب ہے تو ۔۔۔ کہ دِل نہیں ہے مقدّر کا پیچ و تاب ہے تو
ہے تجھ میں جلوۂ خورشیدِ معرفت روشن ۔۔۔ کہ آسمانِ حقیقت کا ماہتاب ہے تو
جہاں میں تو کوئی منظر ہے یا ہے محوِ نظر ۔۔۔ حجاب پوش ہے کوئی کہ خود حجاب ہے تو
سوا ترے ہو کوئی خاک ترجمان ترا ۔۔۔ جو اپنی آپ ہی تعبیر ہے وہ خواب ہے تو
نہیں ہے قیدیٔ کون و مکاں وجود ترا ۔۔۔ کہ طفل و پیر میں گہوارۂ شباب ہے تو
فراقِ بحر میں ہر دم ہے یہ تڑپ تیری ۔۔۔ اسیرِ سینۂ صحرا کوئی حباب ہے تو
نصیبِ گوشِ معانی ہیں سب سرود ترے ۔۔۔ خموش جس کے ترنم ہیں وہ رباب ہے تو
مثالِ آہوئے تشنہ فریبِ عالم میں ۔۔۔ ہزار حیف! کہ رُسوائے سراب ہے تو

کھلی ہے نیند میں تو چشمِ خواب ناک کوئی
چھپا ہے ذرّہ میں یا مہرِ تاب ناک کوئی

جگر کو تشنۂ اُلفت بنا دیا تُو نے ۔۔۔ جہان میں حسن کا رتبہ بڑھا دیا تو نے
کوئی ایاز سے پوچھے تری فسوں سازی ۔۔۔ کہ غزنوی کو بھی نیچا دکھا دیا تو نے
کسی کے دم سے تری شُکلیں تمام ہوئیں ۔۔۔ کسی کو دامِ بلا میں پھنسا دیا تو نے
چمن میں پھول پہ ہے عندلیب گرمِ فغاں ۔۔۔ یہ رازِ عشق اسے کیا بتا دیا تو نے
نہ تاج و تخت، نہ دنیا، نہ عزّت و ناموس ۔۔۔ مٹا جو تیرے لئے اس کو کیا دیا تو نے

بنا جو دہر میں مصور ترجمان ترا — تو خوب عشق کا اسکو صلا دیا تو نے
طوافِ شمع میں پروانے کی وہ بیتابی — تپش کا شیوہ اسے کیا سکھایا تو نے

ہیں حسن و عشق کے افسانے سرگذشت تری
کہانی خوب سمجھتے ہیں کوہ و دشت تری

تباہیِ غمِ الفت کا ترجماں تو ہے — ہلاکِ عشق کی پر درد داستاں تو ہے
جفائے حسن حسینوں میں ذات سے تیری — حریم سینۂ محبوب میں نہاں تو ہے
گرے نہ برقِ نظر بار بار کیوں تجھ پر — کہ عندلیبِ محبت کا آشیاں تو ہے
تجھے ہماری تری کسکو آزمائش ہے؟ — خود امتحان ہے یا وقفِ امتحاں تو ہے
ہے تیرے قبضے میں ملکِ عدم جہانِ وجود — کہ سرزمینِ تصور کا آسماں تو ہے
ہے ایک قطرۂ خوں تنگنائے پہلو میں — نظر میں دیکھنے والوں کی بیکراں تو ہے

لگی ہے ایک ہی دھن آہ! صبح و شام تجھے
نہیں سوائے تڑپنے کے کوئی کام تجھے

ریاضِ دہر میں ایدل! ہے گل بھی، خار بھی تو — چمن بھی، بادِ خزاں بھی ہے، نو بہار بھی تو
تری کمین میں تیرے سوا نہیں کوئی — کماں بھی، تیر بھی، صیاد بھی، شکار بھی تو
نہیں ہے غیر کا محتاج دیکھ! جام ترا — شراب تو ہے سبو تو ہے میگسار بھی تو
عیاں ہے عقل پہ، مستور چشمِ ظاہر سے — وہ راز ہے کہ ہے پنہاں بھی آشکار بھی تو
ہے اپنے ہاتھوں ہی نالاں تو آپ دنیا میں — ستم زدہ بھی، ستم بھی، ستم شعار بھی تو
ترے طفیل ہے سب کاروبارِ دنیا کا — کہ نقدِ دل بھی ہے تو، جانِ مستعار بھی تو

ہے بدر اوجِ حقیقت کا تو ہلال نہیں

تیرے کمال کو اندیشۂ زوال نہیں

# رازِ مسرّت

محمود اسرائیلی

رموزِ فطرتِ انساں کو بحرِ بیکراں پایا
ابھی آنکھوں نے کیا دیکھا ابھی ساحل کہاں پایا

بہت میخانۂ عالم میں کی پیمانہ گردانی
کسی کو سرنگوں دیکھا کسی کو خوں چکاں پایا

مثالِ گُل جسے دیکھا بظاہر شادماں ہم نے
دلِ صد چاک میں اس کے بھی اک زخمِ نہاں پایا

غرض ہستیِ عالم پہ تھا اک کیفِ غم طاری
یہی دیکھا جہاں دیکھا یہی پایا جہاں پایا

مگر ممکن ہے اس تاویل میں ہو کچھ خطا اپنی
نہ ہو راحت کے معنی سے طبیعت آشنا اپنی

نہ ہو احساسِ راحت کا تو راحت اسکو کیوں کہیے
غم و اندوہ کہیے یا اسے سوزِ دروں کہیے

سکونِ دل اگر حاصل نہ ہو دولت کمانے سے
تو اس سودے کو سر میں ایک اندازِ جنوں کہیے

خمارِ بادۂ الفت اگر پستی میں لے جائے
تو اسکو ساغرِ دل میں تمناؤں کا خوں کہیے

تبسّم عارضی ہے گر لبِ غنچہ میں تو اسکو
طلسمِ فصلِ گُل کہیے گلستاں کا فسوں کہیے

مسرّت وہ ہے جس سے ہو حیاتِ جاوداں پیدا
نہ ہو کلفت کی آمیزش نہ ہو غم کا نشاں پیدا

مبارک ہے وہ کیفیّت جو دلکو شادماں رکھے
مبارک ہے وہ خاموشی جو اندازِ بیاں رکھے

غنیمت ہے وہ جذبہ جو بنا دے نوعِ انساں کو
نہ اسکو مضطرب رکھے نہ سرگرمِ فغاں رکھے

ہے اچھا وہ تصوّر جو صبا کی طرح آ آ کر
ریاضِ آرزو کی قلب میں رنگینیاں رکھے

ہے بہتر وہ شرارِ شوق جو ہنگامِ حرماں میں
چراغِ جستجو گوشہ میں دل کے ضوفشاں رکھے

وہ خندہ خوب جس سے غنچۂ امید کھل جائے
وہ گریہ خوب جس سے گوہرِ مقصود مل جائے

# سعید

## عید اور شوہر کی یاد

وہی پار سال کے دن وہی پوربی ہوائیں — وہی عید کا زمانہ وہی رت وہی گھٹائیں
وہی زور بجلیوں کا وہی شور بادلوں کے — بچھے جا بجا زمیں پر ہرے فرش مخملوں کے
وہی بلبلوں کے نغمے وہی کوئلوں کی کوکو — وہی جوہی اور چنبیلی وہی بھینی بھینی خوشبو
وہی غمزدہ پپیہا وہی "پی کہاں" کے نالے — وہی ادھ کھلی سی کلیاں وہی بھونرے کالے کالے
وہی سرو اور اسکی عادت کہ کبھی پھلے نہ پھولے — وہی باغ اور اسمیں وہی لڑکیوں کے جھولے
وہی بھولی بھولی شکلیں وہی وضع سیدھی سادی — کوئی پانچ گز کی ساری بندھی آدھی اوڑھے آدھی
وہی نور کے گلے میں وہی رس بھری ہیں تانیں — وہی گیت چھوٹے چھوٹے شب غم کی داستانیں
وہی انکے قہقہے بھی وہی کودنا اچھلنا — وہ پھسل پھسل کے گرنا وہ پھر اٹھتے ہی پھسلنا
وہ پھوار ہلکی ہلکی کہ یونہی سی نم زمیں ہو، — ہے سماں غرض وہی سب مگر ایک تم نہیں ہو
مجھے یاد ہے بخوبی گئے سال تم نہیں تھے — مرے بھولے بھالے جی کو یہ ہزار غم نہیں تھے
سر شام وہ تمہارا مجھے صحن میں بلانا — یہی چاند عید کا پھر بڑے شوق سے دکھانا
مرا بار بار کہنا کہ "کدھر کو ہے کہاں ہے" — "کبھی اپنی آنکھیں ملنا کہ یہاں بہت دھواں ہے"
بڑی دیر تک تمہارا اپنے نت نئے بتانا — مگر آکے تنگ آخر وہ ذرا بگڑ سا جانا
مرا قہقہہ لگانا تمہیں اس طرح ستا کر — وہ تمہارا جھینپ جانا مرے مدعا کو پاکے
مگر اب جو تم نہیں ہو تو خوشی میں کیا مناؤں — یہ بتادو عید کے دن میں تمہیں کہاں سے لاؤں

مجھے بیوقوف پاگل کوئی لاکھ بار کہہ لے
مری سمجھ میں کیا خطا ہے جو یہ دل کہیں نہ بہلے

تمہیں جب نہیں تو کیونکر ہو مری نجات غم سے
مری عید اور خوشی سب ہے فقط تمہارے دم سے

تمہیں دل کی آرزو ہو تمہیں دل کا مدعا ہو
مرا خاک جی لگے پھر تمہیں مجھ سے جب جدا ہو

یہ خبر تو کب ہے مجھ کو کہ کشش وہ کیا ہے تم میں
مگر اتنا جانتی ہوں مرا جی پڑا ہے تم میں

---

## حسرت

## شاعر کا دل

مفتونِ فریب آرزو ہوں
شیدائے سراب رنگ و بو ہوں

افتادہ برنگ خاک ہوں میں
دامن کی طرح سے چاک ہوں میں

گہ عرش بریں مرا نشیمن
گہ فرشِ زمیں ہے میرا مسکن

گردوں پہ قمر زمیں پہ دل ہوں
رسوائے جہانِ آب و گل ہوں

میں قہر ہوں فتنہ ہوں بلا ہوں
خود درد ہوں اور خود دوا ہوں

کعبہ ہوں کبھی کبھی کلیسا
دریا ہوں کبھی کبھی ہوں صحرا

گہ سوزِ دروں سے داغ ہوں میں
ٹوٹا ہوا اک چراغ ہوں میں

کانوں میں ہے گفتگو کسی کی
آنکھوں کو ہے جستجو کسی کی

سرمایۂ دردِ جاں گسل ہوں

اِک شاعرِ بے نوا کا دِل ہوں

نا داں ہوں اگرچہ مانتا ہوں لیکن تجھے خوب جانتا ہوں
بُلبل کی نوائے درد میں تو ناکام کی آہ سرد میں تو
ہنگامۂ ہست و بود تجھ سے ہے کارگہ وجود تجھ سے
شیرینیٔ خندۂ سحر میں حسرت کی فغانِ بے اثر میں
تو ہے۔ مری آرزو میں۔ تو ہے
تو ہے۔ مری جستجو میں۔ تو ہے

---

# فاخر ہریانوی

## عورت اور جوگی

دور ہر شہر اور بستی سے دُور ہنگامۂ زارہستی سے
عیش فانی کی دسترس سے دُور زندگانی کی ہر ہوس سے دور
غم کے پیچیدہ دام سے آزاد کاہشِ صبح و شام سے آزاد
جام سے اور جم سے بے پروا یعنی بیش و کم سے بے پروا
شورش این و آں سے بیگانہ منعمات جہاں سے بیگانہ
کوہ کی اک اداس وادی میں آبشاروں کے پاس وادی میں
رہتا تھا ایک تارک الدنیا پارسا نیک تارک الدنیا

راز عرفانِ عشق کا جویا
رخت و سامانِ عشق کا جویا

رات دن بندگی و ذکر میں محو
آخرت اور اس کی فکر میں محو

ایک دن ایک نوجوان عورت
دلربا شوخیوں کی جان عورت
زندگانی کی آگ دل میں لئے
نوجوانی کی آگ دل میں لئے
مرغزاروں کی سیر کرتی ہوئی
آبشاروں کی سیر کرتی ہوئی

تنگ وادی کے پاس جا پہنچی
گویا لے کر اُسے قضا پہنچی

کون عورت! وہ پاسبانِ بہار
پیکرِ آب و گل میں جانِ بہار
متحرک شراب خانۂ حسن
یعنی اک مستقل فسانۂ حسن
گل بدن گل عذار کہیئے جسے
شانِ پروردگار کہیئے جسے
کلکِ قدرت کی خوشنما تصویر
حسن کے آسمان کا مہرِ منیر
عشق کے سوز و التہاب کی رُوح
موت کی زندگی شباب کی رُوح

حسن بالذّات کی جھلک عورت
عورت اور سر سے پاؤں تک عورت

کوہ کی دیدہ زیب وادی میں
خوشنما دلفریب وادی میں
وہ جہاں آبشار گاتے ہیں
چشمے مِلکر ملہار گاتے ہیں
ہے چٹانوں پہ جال پھولوں کا
قرمزی زرد لال پھولوں کا
زیبِ ہر شاہراہ پھول ہی پھول
تا بہ حدِ نگاہ پھول ہی پھول

ہیں جہاں سبز جھاڑیاں گلپوش
پیش و پس سب پہاڑیاں گلپوش

صنعت کردگار پھولوں ہیں
بن گئی ہے بہار پھولوں میں

اب وہاں پردہ مست ذات کہاں
محو حسن تجلّیات کہاں

ہاں مگر ایک مرد رہتا ہے
کوہ پر ایک مرد رہتا ہے

مرد کی دلنواز ہے عورت
مونس و چارہ ساز ہے عورت

اور وہ پرہیزگار غائب ہے
شیخ شب زندہ دار غائب ہے

---

# اِنسان

ایک قیدی دہر میں زنجیری ایام ہے
ایک ہستی ہے مگر مجبور ہے ناکام ہے

مَوج ہے پانی کی لامحدود جولانگاہ میں
ایک مشعل ہے مگر روشن ہوا کی راہ میں

پھُول کی مانند پیدا ہے سر شاخ حیات
ایک دھوکا ہے مگر یہ رنگ و بوئی کائنات

بُلبلا ہے بادِ کبر و ناز سے پھُولا ہوا
اک مسافر ہے وطن کا راستہ بھُولا ہوا

اک صدا ہے اس صدا کا کوئی متوالا نہیں
اک خدا ہے کوئی جس کا پوجنے والا نہیں

ایک گریہ ہے مگر خاموش اور سرشار ہے
ایک نالہ ہے جو اکثر آسماں کے پار ہے

ایک قطرہ ہے جو دریا کے کناروں میں ہے، ق
ایک طائر زندگی کے نو گرفتاروں میں ہے

اور ابھی ناآشنا ہے قید کے دستور سے
جو زمیں کر ٹکرا رہا ہے آسماں کو دور سے

یا فضائے چرخ کا ٹوٹا ہوا اک تارہ ہے
اور بے مقصد فضائے دہر میں آوارہ ہے،

حسن کے جلووں کی اک آراستہ محفل ہے یہ　　شاہد لیلائے جہاں کا عارضی محمل ہے یہ
عشق کے جلووں کی اک پاکیزہ تر بستی ہے یہ　　آسماں بھی جس کے آگے خم ہے وہ بستی ہے یہ
ہے الگ دنیا سے اور اس بزم میں داخل بھی ہے　　موج ہے آزاد بھی پابستہ ساحل بھی ہے
خواہشوں کی ایک کل ہے آجکل کے ہاتھ میں　　ایک مٹی کا کھلونا ہے اجل کے ہاتھ میں
کر دیا پیدا اسے فطرت نے غایت کچھ نہیں　　ہے تو اک دنیا مگر اس کی حقیقت کچھ نہیں
مطرب تقدیر کے ہاتھوں میں کوئی ساز ہے　　اس کا نغمہ زخمۂ تقدیر کی آواز ہے

# مدارج حیات

## عالم شیر خوارگی

مامتا نے رات دن آغوش میں پالا مجھے　　یعنی قدرت نے دیا تھا ماں سا رکھوالا مجھے
آسماں پر ماہِ تاباں کی کبھی محفل میں تھا　　چاند کا یہ خوبصورت چہرہ میرے دل میں تھا
ہوتی تھی گلگشت اکثر ان ستاروں میں کبھی　　ان ستاروں یعنی سمائیں مرغزاروں میں کبھی
آسماں سے آیا کرتے تھے فرشتے میرے پاس　　اور اکثر گایا کرتے تھے فرشتے میرے پاس

## بچپن

کر لیا پھر مجھ کو بچپن کی اداؤں نے اسیر　　آہ بچپن جس کے دلدادہ ہیں سب برنا و پیر
چین سے تھا این واں کا غم نہ تھا اصلا مجھے　　تھی بہشت گوش فردوس نظر دنیا مجھے

## شباب

میری خدمت کے لئے حاضر ہوا عہد شباب　　علم نے بھی پیش کی اپنی گراں مایہ کتاب

عشق آیا تخم حسرت دل میں بو کر چل دیا ناخدا اچھا ملا کشتی ڈبو کر چل دیا
حسن نے سادہ تمناؤں کو زخمی کر دیا پھول مانگے تھے مگر کانٹوں سے دامن بھر دیا
زندگی تھی نفس کے منہ زور گھوڑے پر سوار بند دل میں خواہشوں کا بحرِ ناپیدا کنا
ہر قدم پر پیشِ اُلفت کی رہ ظلمات تھی اللہ اللہ یہ جوانی یا اندھیری رات تھی

---

پھر مرے عہدِ جوانی سے ہوئی پیری کی چھیڑ یعنی مجھ کو کر دیا ایام نے آخر ادھیڑ
جا بجا سجدے کئے اس دورِ چرخِ پیر میں لکھی تھیں جن کے عوض کچھ ٹھوکریں تقدیر میں
چن رہا تھا ہڈیاں مذہب کے دسترخوان پر اور چڑھا رکھا تھا سونے کا غلاف ایمان پر
دل میں تھا دنیا کا عشق اور عاقبت کی فکر بھی لب پہ اس کی یاد بھی رہتی تھی اس کا ذکر بھی

## پیری

ہے بڑھاپا اصل میں عہدِ جوانی کا مزار آرزو بیٹھی تھی دل کے مقبرے پر سوگوار
ہاتھ رعشہ دار پاؤں سست اور اعضا میں درد تھا رگوں میں خون لیکن برف کی مانند سرد
عشق کے دریا میں اب پہلی سی طغیانی کہاں ہو گئیں جب خشک آنکھیں تو پھر پانی کہاں
کوشش پیہم سے ہاتھ اور پاؤں خستہ ہو گئے تھے یہی دو ایک چپو اور شکستہ ہو گئے
دیکھتی تھی چار جانب روح گھبرائی ہوئی زندگی کے آسماں پر تھی کہر چھائی ہوئی
اس اندھیری رات میں رستہ دکھا سکتی تھی دوربینِ عقل بھی کچھ کام آ سکتی نہ تھی
اب کھلی آنکھیں کہ اس سے پہلے میں سمجھا نہ تھا خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

آفتابِ زندگی ڈھل کر لبِ بام آ گیا
بیٹھے بیٹھے موت کا اک روز پیغام آ گیا

# دِل

## شاعر

جہاں کی بزم میں شاعر سرور و نور ہے تو
زمیں کی وادیِ ظلمت میں شمعِ طور ہے تو

خدا نے جاں کو تری وقفِ سوز و ساز کیا
دلِ تپاں کو ترے آشنائے راز کیا

تری نگاہ میں شام و سحر کے جلوے ہیں
شہاب و اختر و شمس و قمر کے جلوے ہیں

کہیں تو گم ہے ہجومِ نجومِ تاباں میں
کہیں غریق شعاعوں کے بحرِ رخشاں میں

کہیں ہلال کی کشتی پہ سیر کرتا ہے
ہلورے لے کے یمِ نور سے گذرتا ہے

چمن میں سبزے کے ہمراہ لہلہاتا ہے
زبانِ طیور کی بن بن کے چہچہاتا ہے

گلوں سے ہنستا ہے شبنم کیساتھ روتا ہے
شریکِ رنج و طرب ہر کسی کا ہوتا ہے

قدم قدم پہ تجلّائے نور ہے تجھکو
تلاشِ جلوہ میں ہر ذرّہ طور ہے تجھ کو

مکاں سے تا بحدِ لامکاں وطن تیرا
لباسِ ہستیِ صد رنگ پیرہن تیرا

چمن سے پھول گہر لیکے کان سے آیا
اڑا کے رنگ شفق آسمان سے لایا

ضیا فگن ہیں جو انوارِ زندگی تجھ پہ
سب آشکار ہیں اسرارِ زندگی تجھ پر

چمن سے پھول تو گوہر صدف سے آتے ہیں
لڑی لڑی ترے اشعار کی سجاتے ہیں

ہے ایک سی تجھے اُلفت گدا و شاہ کیساتھ
کہ تری واہ رہی ہم ردیف آہ کے ساتھ

زمینِ قلب میں آنسو کا بیج بوتا ہے
اثر کا نخل برومند جس سے ہوتا ہے

اگرچہ رہتا ہے تو مبتلائے دردِ جگر
یہ تیرا دردِ جگر ہے دوائے دردِ جگر

# اِعترافِ محبّت

کچھ خبر ہے تم کو رہتے ہو کہاں کس چمن میں ہے تمہارا آشیاں
باغ ہے اک باغِ دل رشکِ جہاں گھر سجایا ہے تصوّر نے وہاں
تم مکیں اس گھر میں پیارے ہو چکے
ہو چکے اب تم ہمارے ہو چکے

سرو سے قمری کو رغبت ہو گئی پھول سے بُلبل کو اُلفت ہو گئی
چاند سے چکوے کو چاہت ہو گئی اور مجھے تم سے محبّت ہو گئی
تم میری آنکھوں کے تارے ہو چکے
ہو چکے اب تم ہمارے ہو چکے

کی ہے غم کی چارہ سازی عشق نے دل سے کی ہے دلنوازی عشق نے
غزنوی سے لی ایازی عشق نے حسن سے جیتی ہے بازی عشق نے
خواہ جیتے خواہ ہارے ہو چکے
ہو چکے اَب تم ہمارے ہو چکے

شائق

## اُمیّد

آہ۔ اے امید۔ اے کیفِ شرابِ زندگی اے شعاعِ تابشِ برقِ سحابِ زندگی

تیرے پرتو سے منوّر، آفتابِ زندگی تجھ سے لیتی ہے ضیا چشمِ حبابِ زندگی
تیری صہبا سے مگر خالی ہے پیمانہ مرا
رس بھرے نغموں سے تیرے ساز بیگانہ مرا

تیرے دم سے ہے جہاں میں رونقِ بازارِ عشق کون ہے تیرے سوا پرسانِ حالِ زارِ عشق
زندگی پاتا ہے تیرے نام سے بیمارِ عشق تیرے جلووں سے ہے پیدا تابشِ انوارِ عشق
رہبرِ راہِ محبت کے لئے منزل ہے تو
جسمِ اُلفت میں کوئی دل ہے تو جانِ دل ہے تو

غم کی تاریکی سے جب لبریز ہو دنیائے دل زندگی سے عالمِ کلفت میں جب گھبرائے دل
چین سے رہنے نہ دے جب کاوشِ غمہائے دل دل کی بربادی پہ جب کہتا ہو کوئی ہائے دل
عینِ نو اُسوقت دیتی ہے پیامِ زندگی
بادۂ تسکیں سے بھر دیتی ہے جامِ زندگی

بیٹھ جاتے ہیں مسافر تھک کے جب منزل سے دور اور پہنچنے کا یقیں ہوتا ہے اُنکے دل سے دور
اہلِ کشتی جب بھنور میں ہوتے ہیں ساحل سے دور عشق جاں کھوتا ہے جسدم حُسن کی محفل سے دور
اِس پریشانی میں ان کو زندگی دیتی ہے تو
اندۂ الفت اُنہیں آغوش میں لیتی ہے تو

زندگی تیرے سوا ہیگا نہ لطفِ ثبات تیرے تاروں پر ہے رقصاں نغمہ سازِ حیات
ہاں ترے اعجاز سے دن میں بدل سکتی ہے رات سچ تو یہ ہے تجھ سے قائم ہے نظامِ کائنات
تو نہ ہو گر دہر میں کیا جانے کیا ہو کیا نہ ہو
کچھ بھی ہو لیکن حقیقت میں کوئی دُنیا نہ ہو

# ظہیر

## چراغِ محفل

بے سبب کیسے بھلا ممکن ہے یہ سوز و گداز لو لگا رکھی ہے کس سے؟ کیوں گھلا جاتا ہے، تو
ناز کے پہلو بہ پہلو ہائے یہ رنگِ نیاز دم بدم کیوں خونِ دل آنکھوں سے برساتا ہے تو
جانِ پروانہ! تو خود کس شمع کا پروانہ ہے

---

# اختر شیرانی

## دُعا

(ایک مجسمہ فرضی کے)

تاروں بھری رات سو رہی ہے فطرت مدہوش ہو رہی ہے
ہیں سبزہ و کوہسار خاموش ہر پھول ہر آبشار خاموش
مدہوش ہیں مرمریں فضائیں خاموش ہیں عنبریں ہوائیں
دنیا ساری نکھر رہی ہے ہر شے کچھ غور کر رہی ہے
اِس اُجلے سمے میں اِک پری ہے گویا کوئی شکل مرمری ہے

کمسن، معصوم، بھولی بالی
مکھڑے پہ گلاب کی سی لالی

اک دُکھ بھرا گیت گا رہی ہے
تاروں کی سمت جا رہی ہے

نظریں اوپر اُٹھی ہوئی ہیں
ننھّی زُلفیں چھٹی ہوئی ہیں

بکھرے ہوئے بال اُڑ رہے ہیں
ظلمات کے جال اُڑ رہے ہیں

آنکھوں میں چھلک رہے ہیں آنسو
گالوں پہ ڈھلک رہے ہیں آنسو

لنگیں پر پھٹ پھٹا رہی ہے
روتی ہوئی اُڑتی جا رہی ہے

پھیلائے ہوئے ہے اپنی جھولی
ہونٹوں پہ ہے نرم نرم بولی

خالق کے حضور میں چلی ہے،
کچھ رحم کی بھیک مانگتی ہے

سازِ زخمی کی ہے نوا یہ!
ٹوٹے ہوئے دِل کی ہے صدا یہ!

---

## انجامِ ہستی

بہشت زارِ نظر اِک حسین منظر ہے
اور اُس کی گود میں اِک حور ماہ پیکر ہے

عروسِ شام کا اِک مستقل نظارہ ہے
سپہرِ حسن کا ٹوٹا ہوا ستارہ ہے

یہ اِک ستارہ ہے یا ہے کوئی گلاب کا پھول
شہابی رنگ سے رنگین آفتاب کا پھول

یہ آفتاب کا ہے پھول یا پری ہے کوئی
کہ غرقِ رنگِ شفق شکل مرمری ہے کوئی

یہ شکل ہے کہ جو چہرہ ہوئے دعوتی ہے
کہ بحرِ حُسن کا اِک جان وزن موتی ہے

غرض وہ کچھ بھی ہے اِک نوجوان عورت ہے
جوان بلکہ جوانی کی جان غیرت ہے

وہ اس طرب کدہ میں سیر کرنے آئی تھی — بہارِ گل کی کشش گھر سے کھینچ لائی تھی

نظر سے چوس رہی تھی نشاطِ منظر کو — کہ اس نے دیکھ لیا ایک کاسۂ سر کو

جھجک کے رہ گئی، بیرنگِ آرزو ہو کر — ٹھٹھک کے رہ گئی آہنگِ جستجو ہو کر

اور اب کھڑی ہوئی حسرت سے دیکھتی ہے اسے — عجیب دیدۂ عبرت سے دیکھتی ہے اُسے

اُدھر ہوائے نوا ریز شور کرتی ہے — اِدھر وہ دل میں کچھ اِس طرح غور کرتی ہے

کہ یہ نہ جانے کِسی انساں کا کاسۂ سر ہے — الٰہی کس قدر اندوہناک منظر ہے؟

پڑا ہے خاک پہ نام و نشان کچھ بھی نہیں — عزیز، دوست، مکاں، جسم، جان کچھ بھی نہیں

شباب و حسن پہ ہوگا کبھی غرور اُسے — شرابِ عیش کا ہوگا کبھی سرور اُسے

کبھی ہماری طرح یہ بھی نازنیں ہوگا — حسین ہوگا اور اتنا کہ مہ جبیں ہوگا

مچلتا ہوگا انہی گالوں پر شباب کبھی — اُبلتی ہوگی انہی آنکھوں میں شراب کبھی

مگر اب اس میں وہ پہلی سی کوئی بات نہیں — جہاں میں آہ کسی چیز کو ثبات نہیں

نصیب تھے کبھی زرّیں پیرہن اس کو — ملا نہ بعدِ فنا ایک گز کفن اس کو

ستم نصیب کا کوئی مزار بھی تو نہیں — مٹا ہے اتنا کہ باقی غبار بھی تو نہیں

مرا بھی ایک دن ایسا ہی حال ہونا ہے — مجھے بھی اس کی طرح پائمال ہونا ہے

یہ جسم جس میں شباب آج لہلہاتا ہے — یہ جسم جس کو حجاب آج گدگداتا ہے

یہ حسن آج جو اس طرح جگمگاتا ہے — جو ساری بستی میں اِک آگ سی لگاتا ہے

یہ آنکھیں جن میں جواں مستیاں جھلکتی ہیں — یہ ہونٹ جن میں شرابیں پڑی چھلکتی ہیں

یہ کپڑے جن سے یہ کل وادیاں مہک جائیں — یہ بال جن سے کل آبادیاں بہک جائیں

خدا ہی جانے کہ کل اِن کا حال کیا ہوگا؟ — مجھے خبر نہیں میرا مآل کیا ہوگا؟

جفائے مرگ سے محفوظ اگر خدا کر دے — مجھے فنا گہ ہستی میں لا فنا کر دے
وہ حسن بخش دے جسکو کبھی زوال نہ ہو — وہ جسم بخش دے جسکا کبھی یہ حال نہ ہو
تو کسقدر ہو خوشی کیسا کچھ مزہ آئے؟ — زمانہ کا یہ جہنم بہشت بن جائے!
مگر محال ہے یہ آرزو زمانے میں — فقط فنا ہی کی باتیں ہیں اس فسانے میں
کہاں نہیں ہے فنا، ہاں کہاں نہیں ملتی — کسی کو زندگیٔ جاوداں نہیں ملتی
زمانہ کیا ہے تخیل کا کارخانہ ہے — مصورانِ فنا کا نگارخانہ ہے
تضاد خانۂ افکارِ اوج و پستی ہے — شہود زارِ طلسماتِ مرگ و ہستی ہے
یہ وہ سرائے ہے جسکو کبھی قیام نہیں — یہ وہ سکون ہے جسکو کبھی دوام نہیں
نمودِ گل سے بھی ناپائدار ہے دنیا — طلسم خانۂ برق و شرار ہے دنیا
قیامِ دہر کی حالت حباب کی سی ہے — ہماری زندگی اک مستِ خواب کی سی ہے
یہاں کے رنج یہاں کی مسرتیں فانی — یہاں کے حسن یہاں کی محبتیں فانی
یہ وادی و دمن و کوہسار کے منظر — یہ سبزۂ و حسن و جوئبار کے منظر
یہ دلفریب سمے مٹنے کے قریب ہیں سب — یہ جانفروز مناظر فنا نصیب ہیں سب
یہ سرخ و زرد نئے موسم بہار کے پھول — یہ لالہ زار کے پھول اور بنفشہ زار کے پھول
یہ پھولوں کے ورق اِک دن بکھرنے والے ہیں — یہ جتنے زندہ ہیں اک روز مرنے والے ہیں
جہاں کے رنج و تعب راحت و طرب فانی — فقط خدا کو بقا اور باقی سب فانی
فنا کے بھید سے دنیا کو کچھ خبر ہی نہیں — یہ شام وہ ہے کہ جسکی کوئی سحر ہی نہیں
فنا اِک آئینۂ شور زارِ ہستی ہے — یہ وہ سکوت ہے جو پردہ دارِ ہستی ہے
شکستِ زمزمۂ سازِ زندگانی ہے — کتابِ عمر کی اِک آخری کہانی ہے

یہ وہ شراب ہے جس کا کوئی خمار نہیں
یہ وہ خمار ہے جس کا کوئی اُتار نہیں

---

# راز

## گلاب

اے گلِ خشک رنگ و خوش بو، مہمانِ فصلِ گُل
زینتِ صحنِ چمن۔ سرتاجِ گلہائے بہار
دایۂ فطرت نے بخشی ہے تجھے نشو و نما
دامنِ فطرت ہے میری زیست کا سرمایہ دار
یعنی ہم کو ایک ہی دامن سے ہے وابستگی
ایک ہی چشمہ سے ہم دونوں ہیں یکساں فیضیاب
ایک دِن ہونا ہے اِن دونوں کو بربادِ فنا
تیری رنگیں ماجرائی ہو کہ ہو میرا شباب
ہاں مگر اس ربط میں بھی اِک نمایاں فرق ہے
کیوں نہ میں حیرت زدہ ہوں دیکھ کر رنگِ جہاں؟
میں جواں ہوتا نہیں کھو کر جوانی ایک بار،
فصلِ گُل آتے ہی ہو جاتا ہے تو لیکن جواں

# فطرت

اے حسین آزاد دیوی! اے مقدّس نازنین!!
دستگیری کر کہ مَیں ہوں نازبردارِ وفا،
مجھ کو دے اذنِ پرستش، مَیں تجھے سجدہ کروں
مادرِ مشفق ہے تو، میں ہوں پرستارِ وفا،

---

کثرتِ کارِ جہاں کر دے مجھے جب مضمحل،
تیرے سینے سے لپٹ جاؤں میں ہو کر شادماں،
اِس طرح پھر دل میں ہو جوشِ مسرّت موجزن
جیسے ماں کی گود میں حاصل ہو لطفِ بیکراں

---

آہ! تیرے ساتھ رہنا کس قدر ہے خوشگوار
کاش! مَیں تیری محبّت کا ہمیشہ دم بھروں
عمر بھر تیری پرستش کا رہے سودا مجھے
جب قضا آئے تو تیری ہی محبّت میں مروں

# سلیم

## افکار

تیرے کوچے کی لطافت کا ثناخواں ہوں میں — باغِ فردوس کا اک مرغِ خوش الحاں ہوں میں
بے حجابانہ جھلک تو نے دکھائی جب سے — آتشِ عشق کا اک شعلۂ عریاں ہوں میں
چھیڑتی ہے مجھے قدرت کی فضا رہ رہ کر — کیا کوئی زمزمۂ مرغِ خوش الحاں ہوں میں
لن ترانی مرے شعلوں کی زباں پر ہے مدام — کس کے اسرارِ تجلّی کا زباں داں ہوں میں
چشمِ ظاہر کو مرے جلوۂ باطن کا ہے شوق — کیا کسی نامۂ سربستہ کا عنواں ہوں میں
قافلے مصر کے شاید مجھے کرتے ہوں تلاش — بند ہوں چاہ میں اور یوسفِ کنعاں ہوں میں
ہیں تمنائیں مری خون میں غلطاں ساری — دیکھ عبرت سے کہ اک گنجِ شہیداں ہوں میں
ہے عروسِ سخن آراستہ جلووں سے تمام — کیوں کسی حسن کا شرمندۂ احساں ہوں میں
میرے جذبات پھر انگڑائیاں لیکر اُٹھے — کیوں نہ تیری نگہِ ناز پہ نازاں ہوں میں
کون ضامن ہے ہوا کا کہ نہ چھیڑے گی مجھے — رہ کے فانوس میں بھی شعلۂ لرزاں ہوں میں
نظر آیا نہ سکندر کو کنارہ جس کا — کہہ دو اے خضر وہی چشمۂ حیواں ہوں میں
ہاتھ لپکاتے ہیں عشاقِ سخن جس کی طرف — شاہدِ فکر کا وہ گوشۂ داماں ہوں میں
چاک سے میرے نکلتے ہیں ہزاروں خورشید — صبحِ رخشندۂ فطرت کا گریباں ہوں میں
ہے مصیبت مری آرائشِ دنیا کا سبب — چہرۂ دہر پہ اک زلفِ پریشاں ہوں میں
رقص کرنا تری موجوں نے ہے سیکھا جس سے — اے امنگوں کے سمندر وہی طوفاں ہوں میں

ڈھونڈتی حسن کے سورج کی کرن ہے جسکو ۔۔۔ شبنمِ عشق کا وہ قطرۂ غلطاں ہوں میں

میں ابھی اپنی حقیقت سے ہوں غافل ورنہ ۔۔۔ جو ہے مسجودِ فرشتوں کا وہ انساں ہوں میں

مجھ کو سورج کی شعاعوں نے رنگا ہے برسوں ۔۔۔ دامنِ کوہ میں اک لعلِ بدخشاں ہوں میں

رکھتے ہیں آنکھ کی پتلی کی طرح مجھکو عزیز ۔۔۔ مگر احباب کی آنکھوں سے بھی پنہاں ہوں میں

بچ کے چل مجھ سے ذرا موجِ نسیمِ سحری ۔۔۔ بزمِ قدرت کیلئے شمعِ شبستاں ہوں میں

طور کو جس نے کیا ایک جھلک میں سرمہ ۔۔۔ پھر اسی حسنِ جہاں سوز کا جویاں ہوں میں

خوان جلووں کے بچھائے گئے جس کے آگے ۔۔۔ محفلِ حسنِ ازل کا وہی مہماں ہوں میں

کہہ دو تاروں سے کہ آنکھیں نہ ملائیں مجھ سے ۔۔۔ وادیٔ عشق کا اک ذرۂ تاباں ہوں میں

مجھ کو افسردہ نہ دیکھینگے کبھی اہلِ جہاں ۔۔۔ بزمِ تصویر کا گلدستۂ خنداں ہوں میں

آگ لگتی نہیں کیوں خرمنِ ہستی میں مرے ۔۔۔ غمزہ کہتا ہے ترا ۔ برقِ درخشاں ہوں میں

جزوِ اعظم مرے افسانے کا ہے عشق کا باب ۔۔۔ غور سے دیکھ کہ سعدی کی گلستاں ہوں میں

جلوے کیا کیا مری آنکھوں سے گذر جاتے ہیں ۔۔۔ بزمِ فطرت میں اک آئینہ حیراں ہوں میں

ٹپکی پڑتی ہے تجلی مرے ہر شعر سے سلیم
مسکراتے ہوئے تاروں کا زباں داں ہوں میں

---

## جذباتِ داس مرحوم

آ اے کہ تری ہر لہر سدا ۔۔۔ مشغول ہے قطرہ نوازی میں

تو مست ہے عشوہ طرازی میں ۔۔۔ ہیں گم تری شعبدہ بازی میں

تو نور و ضیا کا سمندر ہے ظلمت سے بھری ہستی ہے مری
تو موج پہ ہے، تو اوج پہ ہے مشتاق تری پستی ہے مری
اسوقت کہ دنیا نیند میں ہے سنسان ہے سطحِ سمندر کی
ہے چاندنی پھیلی چار طرف دلچسپ فضا ہے منظر کی
کیا سچ ہے کہ تو بھی جلوہ نما ہے جلووں کے اِس منظر میں
کیا تیری نشیلی آنکھوں نے مستی یہ بھری ہے سمندر میں
یہ سچ ہے۔ تو ڈال اے حسنِ ازل پرتو مرے اِس غم خانے پر
مشتاق ہوں تیرے کرشمے کا ہوں شیفتہ تیرے ترانے پر
پہناؤں گا جامہ نظم کا میں جب اپنے دل کی صداؤں کو
رگ رگ میں برنگِ برق تپاں دوڑاؤں گا تیری اداؤں کو
اے مطربِ روح ہو جلوہ فگن پھر آج شبِ تنہائی میں
ہے چھیڑتا اپنے ترنم کو تو روحوں کی گہرائی میں

(۲)

اِس وقت ہے نورِ سحر کی کرن ہے بحرِ تلاطم خیز عیاں
پھیلی ہیں فضا میں روشنیاں دوڑی ہیں ہوا میں روشنیاں
سن سن کے صدائیں مست تری موجوں پہ سماں ہے عجب طاری
اٹھتی ہیں کبھی سب جوش میں آ گرتی ہیں کبھی بے خود ساری
یہ سچ ہے کہ تیرے ساز میں ہے موسیقی کی اِک شان نئی
پر ہے یہ کسی کے اشارے سے ہر تان نئی ہر آن نئی

پھر بھی مری فکر بلند و رسا | کر سکتی نہیں اِس راز کو حل
ہے کس کا اشارہ مخفی یہ | ہے کس کا پسِ پردہ یہ عمل
جو تیرے ساز کی تانوں میں | بھرتا ہے عجب مستانہ دھنیں
دلچسپ دھنیں پرجوش دھنیں | سر اپنا دھنیں جوان کو سُنیں

(۳)

آنکھوں سے زمین و زماں کی سُنی | ہے ہستی پُر اسرار تری
پر صبح کے نور میں جلوہ نما | ہے روشنیِ رخسار تری
جب انگلیاں تیری چھیڑتی ہیں | بادِ سحری کے ارگن کو
ہیں کرتی مست سمندر کو | ہیں رقص میں لاتی گلشن کو
کرتا ہے سروں کو بلند اگر | تو اپنی چلبلی تانوں میں
ہلچل سی ہے پڑتی آندھیوں میں | جوش اُٹھتا ہے طوفانوں میں
کیا چیز ہے یہ پوشیدہ بتا | نغموں میں تیرے بے مست ادا
ہوتی ہے کبھی جو آہ و فغاں | بنتی ہے کبھی ہنسنے کی صدا
لرزہ میں ہے دنیا کی رگِ جاں | سن سن کے تری آہنگوں کو
رعشہ ہے امنگوں پر طاری | ہے جوش دلوں کی ترنگوں کو

۴

دی صبح نے بانسری چھیڑ اپنی | ہے گونج رہی آواز اُس کی
آواز ہے دلکش اور دھیمی | کم کم ہے ابھی پرواز اسکی
پھوٹی ہے ابھی سورج کی کرن | ہے جھلمل جھلمل پانی میں

منہ بند کنول جو تیرے ہیں کھلنے پہ ہیں مائل پانی میں
جب کرنیں جھیل کے پانی کو چمکا کے سنہری کردینگی
پھولوں کو ہنسا کے تجلّی سی پانی کی فضا میں بھردینگی
پھر مست ترنّم ہو کے کنول قدموں پہ ترے جھک جائینگے
پنکھ اپنے وجد میں آ کر بگلوں کی طرح پھیلائینگے
ہے صبح کی نے ہیں تیری صدا کرتی ہے جو یوں مدہوش مجھے

یہ وجد میں لانے والی ہوا
رکھ سکتی نہیں خاموش مجھے

## اثر صہبائی

### حسن کائنات

صحنِ چمن کا برگ برگ صفحۂ زرنگار ہے
خامۂ مانیٔ ازل باغ کا خار خار ہے
رنگ ریاض کائنات غیرتِ صد بہار ہے

حُسن ہے کوہسار میں شورشِ آبشار میں
حُسن ہے سبزہ زار میں، وادی و جوئبار میں

حسن ہے پھول پھول میں، حسن ہے خار خار میں

---

لالہ و یاسمن میں حسن، نرگس و نسترن میں حسن
میکدۂ چمن میں حسن، بادۂ جوش زن میں حسن
نغمۂ خامشی میں حسن، شورشِ انجمن میں حسن

---

بامِ فلک پہ ہو گیا ابرِ بہار خیمہ زن
بوئے صبا ختن ختن، رشکِ ارم چمن چمن،
سازِ طرب ہے نغمہ زن، جھوم رہی ہے انجمن

---

## پی اور پلا ساقی

چھائی ہے گلستاں پر گھنگھور گھٹا ساقی
ڈوبی ہوئی خوشبو میں ہے بادِ صبا ساقی
ہوں جامِ صبوحی کے رندوں کو عطا ساقی
پی اور پلا ساقی
پی اور پلا ساقی
ہر پھول ہے پیمانہ ہر شاخ ہے مستانہ

ہر مرغِ گلستاں ہے — اِک مطربِ دیوانہ
یہ محفلِ قدرت ہے — یا محفلِ میخانہ!

پی اور پلا ساقی
پی اور پلا ساقی

انجام کی کیا کہیے؟ — آغاز نہیں معلوم
ہستی کے معمّے کا — کچھ راز نہیں معلوم
کب ٹوٹ کے رہ جائے — یہ ساز نہیں معلوم

پی اور پلا ساقی
پی اور پلا ساقی

خمخانۂ فطرت میں — کِس حُسن کا جلوا ہے
صہبائے تبسّم کا — بہتا ہُوا دریا ہے
مغموم ہے کیوں ساقی! — کس سوچ میں ڈوبا ہے

پی اور پلا ساقی
پی اور پلا ساقی

---

# ناکام محبّت کے خیالات

(۱)

او تغافل کیش اگر یونہیں رہیں بے مہریاں — ایک دن خاموش پھر میری زباں ہو جائیگی

یہ مری ہستی کہ ہے اِک شعلہ زارِ آرزو — ظلمتِ شہرِ خموشاں میں نہاں ہوجائیگی
گو مرا پیکر فنا ہوجائے گا لیکن مری — سادگیٔ الفت کی زیبِ داستاں ہوجائیگی

محفلِ ہستی سے محرومِ تمنّا جاؤں گا
نقشِ صدقِ عشق کا لیکن بٹھاتا جاؤنگا

(۲)

شام کو دنیا کے ہنگاموں سے جب گھبرا کے تو — باغ میں پھولوں سے اپنی روح کو بہلائیگی
جب نہ پائیگی کہیں بوئے محبّت کا نشاں — جب گلستاں کی کلی ہر ایک مرجھا جائیگی
آہ! پھر اس وقت اے مستِ مئے پندارِ حُسن — یاد آ آ کے مری تجھ کو بہت تڑپائیگی

روحِ جنت کے لئے پھر پرفشاں ہوجائیگی
عارضی ہستی تری بھی جاوداں ہوجائیگی

(۳)

ہونگے پھر فردوس کے پھولوں میں دونو ہمکنار — خوگرِ فتنہ نہیں جس سرزمیں کا آسماں
جس کی ہر آواز میں ہے بربطِ اُلفت کی گونج — جسکی ہر وادی میں ہیں چشمے محبّت کے رواں
پھر وہاں ہونگے ترے لبہائے لعلیں کے ایاغ — جن کی ہستی میں ہے تاثیرِ حیاتِ جاوداں

بے نیازِ لطف و جورِ آسماں ہوجائیگا
چند جرعے پی کے کیفِ جاوداں ہوجائیگا

# یادِ ایّام

پیکرِ حسن بزمِ قدرت ہے — نغمہ پیرا ربابِ فطرت ہے
ایک مستی سی ہے ہواؤں میں — اِک ترنّم سا ہے فضاؤں میں
مستِ صہبائے حُسن ہے دنیا — غرقِ دریائے حُسن ہے دنیا
حُسن ہے چاند میں ستاروں میں — حُسن پھولوں میں حُسن خاروں میں
حُسن وادی میں حُسن دریا میں — حُسن گلشن میں حُسن صحرا میں
کوہ میں حُسن جوئبار میں حُسن — نغمۂ سازِ آبشار میں حُسن

ایک دریائے حسن جاری ہے
روح مصروفِ میگساری ہے

(۲)

چاندنی میں ہے سحرِ رعنائی — مَیں ہوں محوِ خیال آرائی،
وہ زمانہ بھی کیا زمانہ تھا — خوابِ شیریں تھا اِک فسانہ تھا
پیار تھا چاند سے ستاروں سے — سبزہ زاروں سے کوہساروں سے
نغمۂ آبشار سے اُلفت — دامنِ جوئبار سے اُلفت
گاہ شیدائے عشقِ پروانہ — حسنِ شعلہ کا گاہ دیوانہ
جلوہ گاہِ جمال تھی دنیا — ایک رنگیں خیال تھی دُنیا
رشکِ فردوس میری ہستی تھی — پیکرِ بے خودی و مستی تھی

حسن بھی عشقِ ناصبور بھی تھا

طور بھی برقِ کوہِ طور بھی تھا

(۳)

وقفِ طغیانیٔ شباب ہوں میں ایک گردابِ اضطراب ہوں میں،
مست پیمانۂ محبت ہوں ایک دیوانۂ محبت ہوں،
ایک دل میں ہزار ارماں ہیں ایک قطرے میں لاکھ طوفاں ہیں
غرقِ دریائے حسنِ خوباں ہوں قیدیٔ گیسوئے پریشاں ہوں
دولتِ حسن کا بھکاری ہوں دیرِ ہستی کا اک پجاری ہوں
سیلِ اُلفت ہے میرے سینے میں جوششِ مے ہے آبگینے میں
برقِ بیتاب ہوں شرار ہوں میں
مثلِ سیماب بے قرار ہوں میں

(۴)

عہدِ طفلی بھی خواب تھا گویا ایک رنگیں حباب تھا گویا
مٹ گیا بحرِ زندگانی میں
موجِ طغیانیٔ جوانی میں

## دُعا

(۱)

بزمِ ہستی میں، میں اک سازِ پریشانی ہوں سازِ ہستی میں اک آوازِ پریشانی ہوں

مطربِ زمزمہ پردازِ پریشانی ہوں　　سینۂ دہر میں اک رازِ پریشانی ہوں
مضطرب روح مری عرصۂ پیکار میں ہے
لمعۂ برقِ تپاں ابرِ شبِ تار میں ہے

(۲)

جوشِ وحشت میں کبھی بادیہ پیما ہوں میں　　کیفِ حیرت میں کبھی زمزمہ پیرا ہوں میں
محفلِ حسن ہے اور محوِ تماشا ہوں میں　　ایک گم گشتۂ صحرائے تمنا ہوں میں
اک بگولا ہوں کہ آوارہ ہوں صحراؤں میں
صورتِ موجِ پر آشوب ہوں دریاؤں میں

(۳)

ایک دریا ہے اگر دہر تو گرداب ہوں میں　　ایک صحرا ہے اگر راہیِ بے آب ہوں میں
برقِ بیتاب ہوں، شعلہ ہوں کہ سیماب ہوں میں　　یا الٰہی یہ مجھے کیا ہے کہ بیتاب ہوں میں
کیوں نہیں ملتا مرا ساغرِ تسکیں مجھ کو!
کیوں نہیں ملتا مرا گوہرِ رنگیں مجھ کو!

(۴)

اے کہ حاوی ہے ہر اک چیز پہ ہستی تیری　　پھول میں حسن ترا خار میں مستی تیری
عرش کا اوج ترا فرش کی پستی تیری　　کونسی بستی ہے جس میں نہیں بستی تیری؟
اے کہ تو بحر میں ہے کوہ میں ہے کاہ میں ہے!
شوخیِ مہر میں، پاکیزگیِ ماہ میں ہے!

(۵)

غوطہ زن بحرِ عقیدت میں ہے دُرباں تیرا
ڈھونڈھنے آیا ہے یاں سایۂ داماں تیرا
عالمِ وجد میں ہے مرغِ خوش الحاں تیرا
تیرے دربار میں پہنچا ہے ثناخواں تیرا

اپنے الطاف کے پھولوں سے یہ جھولی بھر دے
اشک جو آنکھ سے ٹپکے اسے گوہر کر دے

(۶)

بادۂ ناب سے معمور ہو ساغر میرا!
ایک خمخانۂ جاوید ہو پیکر میرا!
منسلک سلکِ محبّت میں ہو گوہر میرا
صورتِ مہرِ درخشاں ہو مقدّر میرا!

پھول ہو جاؤں چمن میں کہ صبا ہو جاؤں
کچھ بھی ہوں تیری محبّت میں فنا ہو جاؤں!

(۷)

ساغرِ دل کو مرے ساغرِ پُرنور بنا
بادۂ حُسن پلا کر مجھے مخمور بنا
ایک ذرّے کو تجلّی گہِ صد طور بنا
مری ہر سانس کو اِک نعرۂ منصور بنا

ذرّے کو مہرِ منوّر میں فنا ہونے دے
قطرے کو موجِ سمندر میں فنا ہونے دے

# رواں

## معمّائے فطرت

شب کے سنّاٹے میں جب خاموش ہوتا ہے جہاں
میری چشمِ دور بیں رہتی ہے اکثر خوں فشاں
جب نہیں ہوتی مخل کوئی صدا نزدیک و دور
محوِ فکر اس وقت ہوتی ہے میری طبعِ غیور
دِل ہی دیتا ہے جواب اور دِل ہی کرتا ہے سوال
اس طرح ترتیب پا جاتی ہے اِک بزمِ خیال
جنبشِ برگِ شجر سے تا بہ رفتارِ خیال
دیدۂ بینا کو ہے ہر چیز سے حیرت کمال

---

صبحِ کاذب کا سماں وہ صبحِ صادق کا ظہور
جلوۂ رنگِ افق میں نغمہ سنجئے طیور
وہ طباقِ نور سب کہتے ہیں جس کو آفتاب
وہ شعاعِ مہر وہ نشتر زنِ رگہائے خواب
جھونکے وہ ٹھنڈی ہوا کے مایۂ جانِ بہار
جن میں مضمر ہے سراسر رازِ امکانِ بہار

دن کا وہ بڑھنا وہ دنیا میں حرارت کا فروغ
جس سے ہوتا ہے ہویدا نورِ فطرت کا فروغ
شام کا دلکش سماں نیرنگ چشم فتنہ ساز
گیسوئے شب کا وہ روئے روز پر ہونا دراز
چہرۂ دنیا پہ وہ تاریکیٔ شب کا نقاب
وہ ستاروں کا چراغاں اور وہ نورِ ماہتاب
دور از امکانِ عقل از بس تحیّر زا ہیں یہ
کس طرح ہیں کس زمانے سے ہیں کیوں ہیں کیا ہیں یہ
یہ قمر یہ مہر یہ تارے یہ رنگِ آسماں
یہ زمیں یہ بادِ باراں یہ شفق کی سرخیاں
یہ چمن یہ پھول یہ پتے یہ پھل یہ سبزہ زار
یہ لبِ جو یہ سمندر یہ فضائے کوہسار
یہ جبل یہ دشت یہ ہاموں یہ ریگ و خاک و سنگ
یہ سحاب و برق یہ موسم یہ ابرِ رنگ رنگ
آخر ان چیزوں میں وجہِ ربط باہم کون ہے
خود اگر پیدا نہیں۔ خلّاقِ عالم کون ہے
برتر از دنیائے فانی کوئی ہے بھی یا نہیں
اس بھری محفل کا بانی کوئی ہے بھی یا نہیں
چل رہی ہیں ہر طرف کیونکر عناصر کی کلیں

جل رہی ہیں کس طرح شمس و قمر کی مشعلیں
خود بخود چلتی ہیں یا اِن کو چلاتا ہے کوئی
آپ ہی جلتی ہیں یا اِن کو جلاتا ہے کوئی
صبح تک رہتا ہے اکثر اس طرح کا پیچ و تاب
پر نہیں ملتا ہے اطمینان کے قابل جواب

## سرودِ عشقِ ربّانی

جب صبح گلابی ہونٹوں سے پیغامِ نور سناتی ہے
جب شب کی سیاہی دِن کی ضیا سے آکے گلے مِل جاتی ہے
جب مہرِ درخشاں کی کرنوں سے دنیا ہوتی ہے نورانی
جب جائیں چلتی پھرتی ہیں مٹ جاتی ہے سب ویرانی
جب دھوپ کی کثرتِ تابش سے دنیا کی زمیں گرماتی ہے
قہرِ خورشیدِ درخشاں سے جس وقت ہوا تھرّاتی ہے
جب دنیا سب تھک جاتی ہے جب نور کا دن ڈھل جاتا ہے
جب شام جہاں کو ڈھکتی ہے جب شب کا اندھیرا آتا ہے
جب رات کا دلکش سناٹا۔ دنیا پر ہوتا ہے طاری
جب سب اعضا سو جاتے ہیں جب ہوتی ہے روح کو بیداری
جب اپنی حالت جاننے والے اپنے آپ سے ڈرتے ہیں

جب اپنے گناہ آتے ہیں نظر جب دِل کے داغ اُبھرتے ہیں
کچھ تم کو اسکی خبر بھی ہے ہم یاد تمہاری کرتے ہیں

جب فکروں کی تاریکی سے دِل جینے سے گھبراتا ہے
جب رنج کے بادل آتے ہیں جب درد سے جی اکتاتا ہے

جب کوشش ضائع جاتی ہے جب اپنی قسمت پھرتی ہے
جب وصل کی راحت مٹتی ہے جب ہجر کی بجلی گرتی ہے

جب عزلت کی تکلیفوں میں جانکاہ صدائیں آتی ہیں
جب خلوت کی بشّاشی سے دل کی کلیاں کھِل جاتی ہیں

جب اپنے پرائے صدموں سے ہوتا ہے دِل پر غم طاری
جب درد والم سے ہوتی ہے خود زیست ہمیں اپنی بھاری

جب ہوتا ہے مئے الفت سے لبریز یہ دِل کا پیمانہ
جب نامعلوم طریقوں سے بنتا ہے یگانہ بیگانہ

جب بنتے کام بگڑتے ہیں جب بگڑے کام سنورتے ہیں
جب روح کو راحت ہوتی ہے جب جی پر رنج گذرتے ہیں
کچھ تم کو اسکی خبر بھی ہے ہم یاد تمہاری کرتے ہیں

جب بادِ نسیم کے جھونکوں سے گلشن میں شجر لہراتے ہیں
جب پتی پتی ہنستی ہے جب غنچے تان لگاتے ہیں

جب مستی میں مرغانِ چمن ہوتے ہیں گرم غزل خوانی
جب شبنم کے دانوں پہ صبا کرتی ہے سُبحہ گردانی

جب میکدہ گلشن میں رواں پھولوں کے ساغر ہوتے ہیں
جب مستِ مئے پندار و خودی جامے سے باہر ہوتے ہیں
جب مہرِ منوّر سے گلشن پر طُور کا عالم ہوتا ہے
جب اشکِ ندامت موسے کا ہر قطرہ شبنم ہوتا ہے
جب شاخیں سجدے کرتی ہیں جب فصلِ بہاری آتی ہے
جب بادِ خزاں کی گرمی سے سبزی و نزی جلجاتی ہے
جب بادل جوشِ مسرت سے آنکھوں میں آنسو بھرتے ہیں
جب کالی گھٹائیں آتی ہیں دل کے جذبات اُبھرتے ہیں
کچھ تم کو اسکی خبر بھی ہے ہم یاد تمہاری کرتے ہیں"

---

## ایمن

### بربطِ دل

اے حریمِ شہود کی زینت!
کعبۂ ہست و بود کی زینت
خانقاہِ وجود کی زینت
اہلِ معنے کی جانماز ہے تُو
بربطِ دل عجیب ساز ہے تُو
فلسفی تجھ پہ فخر کرتے ہیں

متّقی تجھ پہ فخر کرتے ہیں
رند بھی تجھ پہ فخر کرتے ہیں
شاعروں کی متاعِ ناز ہے تو
بربطِ دل عجیب ساز ہے تو

زمزمہ تیرا سربسر قُم ہے
زیر و بم میں حیاتِ مردم ہے
تیرا نغمہ تیرا تبسّم ہے
طبعِ محمود ہے ایاز ہے تو
بربطِ دل عجیب ساز ہے تو

تیرے نغموں میں اخترام کی روح،
تیرے شیون میں ہے دوام کی روح
ہے فقط تیری روح کام کی روح
مخزنِ راز خود بھی راز ہے تو
بربطِ دل عجیب ساز ہے تو

تجھ کو مضرابِ غم سے نسبت ہے
تجھ کو محبوب سوز کی گت ہے
تیرا نالہ نہیں قیامت ہے
غم کے پردے میں پُرگداز ہے تو
بربطِ دل عجیب ساز ہے تو

# بوئے گل

اک حور ذی شعور تھی جنت میں غرق فکر — آخر جہانِ آدم و حوا ہے کیا بلا
ہیں راز سے یہ رات یہ دن اور یہ صبح و شام — پیدا ہوا ادھر تو اُدھر کوئی چل بسا

---

جنت سے لائی یوں خلش جستجو اُسے — گویا وہ اک لطیف سی موج خرام تھی
آتے ہی شاخ گل کے شکم میں ہوئی اسیر — آزادیٔ بہشت بریں یاں حرام تھی

---

کونپل سے غنچہ، غنچہ سے گل، گل سے برگ برگ — جو چاہا صبح و شام نے اُس کو بنا دیا
اک نقش خندہ تھا جسے نقّاش دہر نے — خود ہی بنا کے شوق سے خود ہی مٹا دیا

---

# روح محبت

منکر روح محبت اہل بینش سے نہیں — اس کو کیا معلوم اصل سحر چشم سرمگیں
کیا خبر اس کو ہے کیا تیز نگاہ دل نشیں — وہ تو ہر جذبے کو کہتا ہے طلسم ماء و طیں
آئینہ اس کا نہیں عکس لطافت کے لئے
اس کا دل موزوں نہیں روح محبت کے لئے
حسن اسی کی سرپرستی میں سراپا نور ہے — دل اسی کی مرحمت سے دل نہیں ہے طور ہے

جو رہے روح محبت اس لئے مستور ہے — عشق ہے اقلیم اس کی بیخودی دستور ہے
یہ جہاں پہنچی غم و اندوہ رخصت کر دئے
دیدے روشن کر دئے دل وقف لذت کر دئے

دہر کے دیوان دلکش کا یہی شیرازہ ہے — وقت کے آئینہ خانے کا یہی دروازہ ہے
گلشن ہستی اسی کے دم قدم سے تازہ ہے — قم باذنی کی صدائے عام کا آوازہ ہے
چشم عاشق میں بجائے سرمۂ تسخیر ہے
چہرۂ معشوق کا یہ غازۂ تنویر ہے

اس کے جلوے سے منور ہیں زمین و آسماں — شرق سے تا غرب ہیں مقبول انکی شوخیاں
کیا کہوں میں ہے کہاں یہ چشمۂ حیواں نہاں — کیا بتاؤں اے امیں روح محبت ہے کہاں
جس جگہ دو دل ملیں روح محبت ہے وہیں
چار ہو کر لب ملیں روح محبت ہے وہیں

---

# اشکِ چکیدہ

۱

وفور غم میں پڑی کیا تھی جلد بازی کی — جبیں جو چھٹتے ہی تو بن گیا نمازی کی
پڑا جو وقت نہ کچھ تو نے چارہ سازی کی — جگر کا ساتھ دیا اور نہ دلنوازی کی
جو کام ضبط سے لیتا تو داغ بن جاتا
تپش کے فیض سے روشن چراغ بن جاتا

(۲)

شعاعِ مہر تجلی سے عرش پر ہوتا — مہ فلک کے مقابل میں جلوہ گر ہوتا
جو آہ بن کے نکلتا تو پُر اثر ہوتا — زباں کے سانچے میں ڈھلتا تو شعر تر ہوتا

ٹپک کر آنکھ سے تو گر گیا نظر سے مری
سزا یہ اشکِ چکیدہ ہے بیوفائی کی

---

# افسر

## جوانی میں جنگل کی سیر

لکھ گئے ہیں کتابوں میں یہ دانایانِ ہند — آدمی پنجاہ سالہ ہو تو بستی چھوڑ دے
جنگلوں میں جا کے فطرت سے کرے کسبِ سکوں — نوجوانوں کے لئے دنیا پرستی چھوڑ دے

---

میں یہ کہتا ہوں کہ جنگل ہیں جوانوں کے لئے — جنگلوں میں ہیں جوانی کی بہاریں جوش پر
کیا ضعیف العمر کیف اندوز ہو سکتے ہیں جب — لیکے آئینگے امنگوں کا جنازہ دوش پر

---

محوِ حیرت ہے نظر جنگل میں کیا کیا دیکھئے — بستیوں میں حسن کی ایسی فراوانی کہاں
ہائے یہ خوش رنگ پھولوں کی سرور افزائیاں — گل بدامانی کہاں یہ عیش سامانی کہاں

---

دِل کی دھڑکن آہ کی سوزش نظر کی وحشتیں
ہیں انہیں چیزوں کی طالب کُنج کی خاموشیاں
چاند کی کرنوں میں پوشیدہ ہے اُلفت کا پیام
ہوتی ہیں کلیوں سے اکثر عشق کی سرگوشیاں

---

خشک ہے صحرا بزرگانِ معمّر کے لئے
بے مزہ بے کیف ہے پیری میں سامانِ شباب
جستجوئے حسن ہے افسر تو چل جنگل میں چل
رنگ لائیگا وہاں جوشِ فراوانِ شباب

---

# مُسافر

ہے تنہا راہ میں گھبرائے گا دِل
کہاں ہے اے مسافر تیری منزل؟

سحر کی سُرخ لہروں میں نہا کر
نظر مہرِ منور سے بچا کر
فضائے نیلگوں میں جب ڈھونڈھونگا
تو منزل کا پتہ کچھ دے سکوں گا

سفر تیرا ہے مشکل اے مسافر
ہے کتنی دُور منزل اے مسافر؟

مسافر ہوں سفر ہے میرا مقصود
مری منزل مرے دل میں ہے موجود
سفر کی حد اگر معلوم ہوتی
سفر کی کیفیت معدوم ہوتی

سفر میں رات کا کٹنا ہے دوبھر
گذارے گا مسافر رات کیونکر؟

زمیں سے آسماں تک رہگذر ہے
سفر کی رات ہی جانِ سفر ہے

خموشی کو صلائے درد دوں گا　　کہانی اپنی تاروں سے کہوں گا
فلک پر نور افگن ماہ ہوگا　　مسافر رات کا ہمراہ ہوگا

محبت میں ہیں دونوں داغ بردل
مسافر ہیں مگر گم کردہ منزل

---

## تپش خورجوی

## پھولوں کی ماں

گل گل شگفتہ ہو کہ بہار جہاں ہے تو　　سب جانتے ہیں تجھ کو کہ پھولوں کی ماں ہے تو
آئی ہے بن کے پیکر تمثیل روح کی　　ہنگامۂ حیات کی روح رواں ہے تو
ہستی تری سرور کی تصویر ہے ضرور　　کچھ شک نہیں مرقع تسکین جاں ہے تو
اے خوئے مادری تری شفقت کو مرحبا　　روز ازل سے نرم دل و مہرباں ہے تو

عیسیٰ بغیر باپ کے آئے وجود میں
تاہم وہ پرورش ہوئے تیری ہی گود میں

باغ جہاں میں تو نے وہ گلشن کھلا دئے　　نکہت نے جن کی عطر کے دریا بہا دئے
دیکھا جو خندہ زن تجھے صبح بہار نے　　جوں برگ لالہ ہوش چمن کے اڑا دئے
موج سحر گہی نے تری اے نسیم خلد　　قوموں کے بخت خفتہ غفلت جگا دئے
ٹکڑے ترے جگر کے جو بیتاب ہوگئے　　دنیا کو حشر و نشر کے نقشے دکھا دئے

نبیوں کا حوصلہ تری ہمت کا نور ہے
شاہوں کا دبدبہ تری سعیِ شکور ہے

شاعر ہوئے حکیم ہوئے فلسفی ہوئے
عالم ہوئے فقیہ ہوئے متقی ہوئے

بچے مبتدی وہ پہلے ترے تربیت پذیر
تحصیل علم کرکے جواب منتہی ہوئے

روتے تھے تری گود میں جو زار و ناتواں
کچھ دن کے بعد خوگرِ گردن کشی ہوئے

محتاج رزق سائلِ قطراتِ شیرِ خام
راہِ خدا میں مال لٹایا سخی ہوئے

جو کچھ ہوئے ہوئے ترے آغوشِ مہر میں
محنت سے تیری سب کا تماشا ہے دہر میں

اے حسرتِ نگاہ تماشائی شہود
نیرنگیِ مظاہرۂ وحدت الوجود

نقش و نگار فرقِ مراتب میں جلوہ گر
تیرا جمال و حسن ہے سر منظر نمود

تو دخترِ باتمیز ہے تو خواہرِ عزیز
تو مونس و ودود ہے تو مادرِ ولود

لب پر ہے تیرا نام پرستار خانماں
اور دل میں میری روح ہی مستوجب سجود

پرواز کر رہی ہے تو فطرت کے اوج میں
ڈوبی ہوئی ہے بحرِ محبت کی موج میں

مولود کی نمو میں ترے خوں کا جوش ہے
وہ خوں کہ اپنے زخم کا خونابہ نوش ہے

سرخوش ہیں شیرخوار سرورِ حواس میں
آغوش نرم میکدۂ عقل و ہوش ہے

افشائے رنگ و بو کا تماشائے باغ باغ
خود گلبنِ شگفتہ ہے خود گلفروش ہے

دل ہی حزیں نہیں کہ ہے ہر عضو نازنیں
پھر بھی وہ گرم جوش بہت سخت کوش ہے

خدمت گذاریوں سے کبھی بے خبر نہیں
جس گھر میں وہ نہیں تو سمجھئے کہ گھر نہیں

# ایک صدا

روز و شب آتی ہے ان کانوں میں اک شیریں صدا — کون اس پردے میں ہے کھلتا نہیں یہ ماجرا
جس طرف بھی جاؤں پاتا ہوں ہوا میں سوز و ساز — کرتی ہے میرا تعاقب اک صدائے دلنواز
جو سکوتِ شب میں ہو جاتی ہے اتنی دردناک — فرطِ غم سے ہونے لگتا ہے مرا دل چاک چاک
اس صدا سے جھلملاتی ہے مری قندیلِ ہوش — جس کے لہجے میں تلاطم خیز لامحدود جوش
اس طرح آتی ہے یہ آواز مجھ تک بار بار — زلزلے میں جیسے گھبرا جائے کوئی شہسوار
ہر صدا سینے پہ میرے سنگِ غم رکھتی ہوئی — کانپتی آتی ہے اشکوں پہ قدم رکھتی ہوئی
درد سا اک دل میں اٹھتا ہے نئے انداز کا — مجھ پہ گو کھلتا نہیں مفہوم اس آواز کا
گفتگو کرتی ہے مجھ سے کوئی پابندِ حیا — اس زباں میں جس زباں سے میں نہیں کچھ آشنا
پھر بھی بے مفہوم سمجھے رنگ ہو جاتا ہے زرد — دل ہلا دیتا ہے لفظوں کا عمیق لہجے کا درد
میری فطرت میں جگا دیتا ہے احساسِ نیاز — نرم جملوں کا تناسب گرم فقروں کا گداز
گو صدائیں دینے والی سامنے آتی نہیں — پھر بھی میرے پاس سے ہٹ کر کہیں جاتی نہیں
وہ اک ایسی روح کی صورت جو بھولی ہو وطن — روز و شب رہتی ہے میرے فرق پہ سایہ فگن

قرب کے احساس سے بڑھتی ہے حیرانی مری
اکثر اس کی سانس چھو جاتی ہے پیشانی مری

۸۹۱۵۴۳۱۸

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائیگا۔

- 3 DEC 1952

۹۹۴۷

۸۹۱۶